دو سو تیس مسائل شرعیہ کے جوابات کا بے بہا خزانہ

# احکام شریعت

مکمل

حصہ سوم

مولانا شاہ احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی

2314045
203311

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# احکام شریعت ﴿ حصہ سوم ﴾

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

**مسئلہ ۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔

ومسالة الشطرنج مبسوطة فی الد وغیرھا من الغطر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضعه فی ردالمحتار۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم و علمه اتم واحکم

**مسئلہ ۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کیلئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے وہ نہ رہے ہوں توانکے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو اتنا مال صدقہ کردے بے اس کے گناہ سے برأت نہیں، اس کے یہاں نوکری کرنا تنخواہ لینا کھانا کھانا جائز ہے جب کہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو کما فی الھندیة عن الذخیرة عن محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم وعلمه اتم و احکم

**مسئلہ ۳** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے مگر پتلون پہنتا ہے اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے یہ لباس درست ہے یا نہیں؟

**الجواب** دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فساق کی وضع ہے اپنے اختصاص وشعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام یا بعض صورت میں کفر تک ہے حدیقہ ندیہ میں فرمایا: لیس ذی الافرنج کفر علی الصحیحة۔ ہیٹ اسی قسم میں ہے اور پتلون قسم اول میں اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں جب کہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو فان کل بلدة وعوائدھا۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ترک نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعاً بلکہ جبراً سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا اور ینگچری فوج نے اس پر مخالفت کی اور کشت وخون واقع ہوا بالآخر مجبوری مانی۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ٤** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبراولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب۔**

**الجواب** بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیونکر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے،

**لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسال اللّٰہ حسن المال و عندہ العلم بحقیقۃ کل حال۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

**مسئلہ ٥** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے ہیں اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں ان کو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

**الجواب** اگر انہیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پاکر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود وحسن باعث اجر ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث **اللھم لک الحمد علی زانیۃ. اللھم لک الحمد علی سارق** اس پر شاہد عدل ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھیریں گے اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ ان کی عادات سے معروف ومشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز وحلال ہے اگرچہ انہیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا **اقطع عنی لسانہ** ۔ (میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے) درمختار وغیرہ میں اس کا جواز مصرح ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

**مسئلہ ٦** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جا کر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں آیا فعل ان کا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یا بدعت ہے یا مکروہ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ۔

**الجواب** گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه واله وسلم عن الخذف وقال انه لايقتل الصيد ولا ينكا لالعدو وانه يفقوا العين و يكس السن

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلایا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا اور فرمایا اس سے نہ دشمن پر وار ہو سکے نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یا دانت توڑ دے۔"

فى التيسير انخذف مجمتين وقاء الرمى بحصاة انواة لانه يفقوا العين ولا يقتل الصيد

اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادراً محض تطیب قلب کے طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرور حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال القاضى الامام مالک الملوک اللحب الذى يلعب الشبان ايام الصيف بالبطيخ بان يضرب بعضهم بعصا مباح غير مستنكر. كذا فى جواهر الفتاوے فى الباب السادس

عوارف المعارف شریف میں ہے۔ راوی بکر بن عبداللہ: (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

قال كان اصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم يتبادحون بالبطيخ فاذا كانت الحقائق كانوا اهم الرجال يقال بدح يبدح اذارمي اى يترا مون بالبطيخ اه. ذكر قدس سره فى الباب الثلثين۔والله تعالىٰ اعلم

**مسئلہ ٧** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب** بالاتفاق جائز ہے کہ اس میں منفعت ہے۔ خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے اور خصی بیل محنت زیادہ برداشت کرتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو تو مطلقاً حلال اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو مثلاً بلی وغیرہ ورنہ حرام ہے اسی اصل کی بنا پر ہمارے علماء گھوڑے کو خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جبکہ مقصود دفع شرارت ہو اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں۔

لما فيه من تقليل الة الجهاد اقول الموجود لا يعدم و الموهوم لا يتعبر الاترى ان العزل يجوز عن الامة

مطلقا و عن الحرة باذنها بخلاف الاكل فان فیه اعدام موجود

ہاں آدمی کا خصی بالاجماع مطلقاً حرام ہے درمختار میں ہے۔

و جائز خصا البھائم حتی الھرة واما خصاء الادمی فحرام. قیل والفرس و قیدوه بائمنفعة الافحرام

ردالمحتار میں ہے:

قوله قیل والفرس ذکر شمس الائمة الحلوانی انه لاباس به عندا صحابنا و ذکر شیخ الاسلام انه حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جوان کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

**الجواب** حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے اثام۔ قال اللہ تعالیٰ: یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نرا. واللہ تعالیٰ اعلم (التحریم : ٦)

**مسئلہ ۹** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا یا ان کا کپڑا مکان پر لاکر سینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب** انگریز کسی محذور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

اجر نفسه من نصرانی ان استاجره لعمل غیر الخدمة جازالخ و تمامه فی غمز العیون. واللہ سبحنه وتعالیٰ اعلم علمه جل مجده اتم واحکم

**مسئلہ ۱۰** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب** یہ جزیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ نظر سے گزرا مگر ظاہر یہ ہے والعلم عنداللہ کہ جھوٹے کام کا جوتہ مرد و زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہیئے۔

فان المنسوج کفیره ولا شک ان النعال من انواع الملبوسات و النساء والرجال سواء فی کراھة لبس النحاس

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کیلئے مطلقاً جائز اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو۔ نہ اس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو یعنی اگر متفرق کام کا ہے اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہیئے۔

وفی الفتاوی الهندهة یلبس الذکور قلنسوة من الحریر اوالذهب او الفضة او الکرباس الذی خیط علیه ابریشم کثیر اوشی من الذهب او الفضة اکثر من قدر لاربع اصابع انتهی۔ قال العلامة الشامی وبه یعلم حکم العراقیة المساته بالطاقیة فاذا کانت منقشة بالحریر و کان احد نقوشها اکثر من اربع اصابع لا تحل وان کان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشها علی اربع اصابع بناء علی مامر من ان ظاهر المذهب عدم جمیع المتفرق انتهی وقد قال العلامة الشامی ایضا ان قد استوی کل من الذهب والفضة والحریر فی الحرمة فترخیص الحریر ترخیص غیره بدلالة المساواۃ ویوئید عدم الفرق مامر من اباحة الثواب المنسوج من ذهب اربعة اصابع اه ملخصا فافهم و تبثت اذبه تحرر ماکان العلامة الطحاوی متوقفا فیه واللہ تعالیٰ اعلم وعلم جل مجده اتم واحکم

**مسئلہ ۱۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یانہیں اوراس چھونا کیسا ہے یعنی مرد اپنی عورت کواور عورت اپنے شوہر کوچھو سکتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب** زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کوحیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے حتی کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب و اجر ہے۔

کمانص علیه سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنه

البتہ بحالت حیض ونفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہوتا ہے علی قول الشیخین رضی اللہ عنہما وبہ یفتی اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم واعتکاف واحرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہوجاتی ہے اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کودیکھ سکتا ہے مگراس کے بدن کوچھونے کی اجازت نہیں لانقطا النکاح بالموت اور عورت جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھوسکتی ہے اسے غسل دے سکتی ہے جب کہ اس سے پہلے بائن نہ ہوچکی ہو۔لبقاء النکاح فی حقها بالعدة نص علی ذلک فی تنویر الابصار و الدرالمختار وغیرهما من معتمدات الاسفار واللہ سبحنه و تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۱۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہے یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا [۱]۔۔۔ اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام۔ تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر۔ آریہ مسافر میگزین۔ مسافر بھواچ آریہ پتر بریلی۔ ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

[۱]-------------------- ستیارتھ پرکاش --------------------

[۲]-------------------- مسافر بھواچ --------------------

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا اور رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں۔ مفصل بیان فرمایئے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

**الجواب** اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمدللہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلماتِ بعینہٖ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہہ کرلیا ہے

---

[۱] (اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے لہٰذا بیاض چھوڑ دی گئی ۱۲) یہاں سطور ملعونہ تھیں ۱۲

[۲] (اس مقام پر بھی کلمات خبیثہ تھے لہٰذا نقل نہ کئے گئے اقول تعجب اور نہایت عجب ان مسلمانوں سے جو کاپی نویسی وتصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں اور ایسے سچے پکے قائم بالحق مسلمان بھی ہیں جو ان کتابوں کی جلدیں نہیں باندھتے چنانچہ بعد ارسال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے اور دو کتابیں آریہ کی ان کے ہاتھ میں تھیں اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھ کر سنایا ایک میں یہی قصہ منقول تھا کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں مگر اس نے اسی بناء پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں جلد باندھنے سے انکار کردیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا مختصراً (مولوی نواب سلطان احمد سلطان (صاحب) ناقابل فتوی

کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل و قرآن عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہر الہٰی کی آگ ان کے لئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکہ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یوذن اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (احزاب:۵۷)

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو مگر ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنا والا پتھر بنانے والا چھاپنے والا کل چلانے والا غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ:۲۸) ”گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔“

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام

”جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔“

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو ہر گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں ان کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الضیاء فی صحیح المختارہ عن اوس ابن شرجیل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہیں:

من افات الید کتابة ما یحرم تلفظه من شعر المجون والفواش والقذف والقصص التی فیها نحو ذلک والاھا جی نثرا او نظما والمصنفات والمتلملة علی مذاهب الفرق الضالة فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابة فی معنی الکلام بل ابلغ منه لبقائها علی صفحات اللیالی والایام و الکلمة مذهب فی الهواء و لا تبقی اه مختصرا

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (الانعام: ۶۸)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازہ کی نماز حرام اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا سب حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولاتصل علی احد منهم مات ابدا ولاتقم علی قبره. واللہ تعالیٰ اعلم (التوبہ: ۸۴)

فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں سنا گیا کہ سائل کا قصد اس فتویٰ کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں ان کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی باپا کیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالیٰ محفوظ رہیں۔

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

**مسئلہ ۱۳** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں اور مقتضی احتیاط کیا ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب** اندھے سے پردہ ویسا ہے جیسا آنکھ والے سے اور اس کا گھر میں جانا عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افعمیا وان انتما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اڑانا اور پان اور مرغ بازی۔ بٹیر بازی۔ کن کیا بازی اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈورا اور مانجھا جائز ہے یا ناجائز اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا اور سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب** کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دوسروں کے کبوتر نہ پکڑے اور کبوتر اڑانا حرام کہ گھنٹوں ان کو اترنے نہیں دیتے حرام ہے اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے ان لوگوں سے ابتداء سلام نہ کی جائے جواب دے سکتے ہیں واجب نہیں کنکیا اڑانے میں وقت و مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے یہ بھی گناہ ہے اور گناہ کے آلات کن کیا ڈور بیچنا بھی منع ہے اصرار کریں تو ان سے بھی ابتدا بہ سلام نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۵** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں رباعی یہ ہے۔

---

(جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اسی وقت انہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کردیے تھے ۱۲اس)

سید وسلطان فقیر وخواجہ مخدوم وغریب　　　بادشاہ وشیخ ودرویش وولی مولا ہے

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارہویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرمادیجئے۔

**الجواب** یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شان اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصال ثواب کا نام ہے جو کچھ قرآن مجید ودرود شریف سے ہوسکے پڑھ کر ثواب نذر کرے اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف وآیۃ الکرسی پھر سات بار سورۂ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ درودِ غوثیہ یہ ہے:

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و علی اٰلہ وبارک وسلم

اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے۔

وعلی اٰلہ الکرام و ابنہ الکریم وامتہ الکریم و بارک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۶** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔ بینوا توجروا

**الجواب** جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز ومحکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتا بے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں یا چمڑے کا تلہ لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ فی المنیة والغنیة:

والمسح علی الجوارب لا یجوز عند ابی حنیفه (الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب المجلد مایستر القدم الی الکعب(اومنعلین) ای حمل الجلد علی مایلی الارض منها خاصة کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کان ثخین لایشفان) فان الجوارب اذا کان بحیث لا یجاوز الماء منه الی القدم فهو بمنزلة الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الا بعد لبث و ذلک بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفده الی الرجل فی الحال (وعلیه) ای علی قول ابی یوسف و محمد (الفتوی و الثخین ان یستمسک علی الساق من غیر ان یشد بشئی) هکذا فسرده کلهم و ینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانه نشاهد ما یکون فیه ضیق یستمسک علی الساق من غیر شد والحد بعدم جذب الماء اقرب و بما یمکن فیه متابعة المشی اصوب و قدذکر نجم الدین زاهدی عن شمس الائمة الحلوانی ان الجوارب من الغزل اولشعر ما کان رقیقا منها لایجوز المسح علیه اتفاقا الا ان یکون مجلدا اومنعلا وماکان ثخینا منها فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیه وماکان فلا خلاف فیه اه ملتقطا قلت و ههنا وهم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف جلبی فی حاشیة شرح الوقایة فلا علیک منه بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمة و کذلک نص فی الخلاصة بما یکفی لا زاحة کما حققه فی الغنیة و ذکر طرفا منه فی ردالمحتار فراجعهما ان شئت والله سبحنه و تعالی اعلم

**مسئلہ ۱۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہئے اور جواب سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو۔ کما فعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیه (ای القران) الجنب و حائض و نفساء کاوعیة

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الهدایة علی استحباب الوضوء لذکر اللّٰه تعالٰی

اسی میں بحر سے ہے:

وترک المستحب لا یوجب الکراهة۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۱۹** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں تو ان کو بلاوضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلاوضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں پڑھنا بے وضو جائز ہے نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۲۰** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہوگئی یا اس کو پھر قضا پڑھے درصورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہوگیا کہ نماز دوسرے وقت میں جا کر ختم ہوگی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہیں جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** (۱) کہ خروج وقت ناقص وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض ونفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقص وضو نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز بالاجماع باطل ہوگئی کہ خروج وقت ودخول دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہا تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کما فی المسائل الاثنا عشریۃ اگر وقت قلیل رہ گیا اور درمیان نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا وتعوذ ودرود و دعا ترک کرے۔ رکوع وسجود میں صرف ایک بار تسبیح رکوع وسجود کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ کے صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لایزول بالشک۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے۔ فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک۔ کما فی الدر۔ پھر قضا پڑھے اس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ اعلم

**مسئلہ ۲۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہو جائیں تو نجس ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب** نہیں کہ جنب کا پسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدرالمختار رسور الادمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاھر و حکم العرق کسور اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** بادامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولی ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتویٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے پھر بھی:

والحرج مدفوع بالنص و عموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیمافی مسائل الطهارة و النجاسة

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتویٰ دینا پسند کرتا ہے۔ وقد ذکرنا علی هذه المسئلة کلاما اکثر من هذا فی فتاوانا و تحقق الامر بما لامزید علیه ان ساعد التوفیق من اللّٰه سبحنه و تعالی واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۳** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملحق تھی اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لایزول بالشک ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے نہ بربنائے توہمات عامہ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کر دے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اس سے متصل ہو کر اس میں آ جائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزاء دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرط میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً

گدے کی کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے مثلاً گدے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب

یا پاک تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کی ہیں:

ھذا ھو التحقیق الذی عولنا علیہ لظھور وجھہ ولکونہ احوط وان کان الکلام فی المسئلۃ طویل الذیل ذکر بعضہ فی ردالمحتار اخر الانجاس واخر الکتب و فیہ عن البرھان ولا یخفی منہ انہ لا یتیقن بانہ مجدد نداوۃ الا اذا کان النجس الرطب ھو الذی لا یتقاطر بعصرہ اذا یمکن ان یصیب الثوب الجاف قدر کثیر من النجاسۃ ولا یتبع منہ شئی بعصرہ کما ھو شاھد عند البدایۃ بغسلہ الخ و فیہ عن الامام الزیلعی لا نہ اذلم یتقاطر منہ بالعصر لا ینفصل منہ شئی و انما یتبل مایجاورہ بالنداوۃ وبذلک لا ینجس الخ و عن الخانیۃ اذا غسل رجلہ فمشی علی ارض مکعب فابتل الارض من بلل رجلہ و اسود وجہ لکن لم یظھر اثر بلل الارض فی رجلہ فصلی جازت صلاتہ وان کان بلل الماء فی رجلہ کثیرا حتی ابتل وجہ الارض وصارطینا ثم اصاب الطین. رجلہ لا یجوز صلاتہ الخ واللہ سبحانہ و تعالی اعلم وعملہ جل مجدہ اتم واحکم

**مسئلہ ۲۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مردار جب کہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سور کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے لمحل خلاف محمد فانہ قائل بنجاسۃ عنسینۃ کالخنزیر کما فی فتح القدیر و ردالمحتار وغیرھما و رعایۃ الخلاف مسحبۃ بالاجماع۔

درمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر و عظمھا طاھر اھ لمخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۵** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

**الجواب** آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو والمسئلۃ واردۃ متونا و شروحا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۶** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف تو شک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہوجائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہوسکتے ہیں یا روڑ علیحدہ ہوکر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روڑ کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

**الجواب** جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یونہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا ان پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے۔

**فی الدرالمختار یطهر محل غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل طهارة محلها بلا عدد به یفتی وقد ذلک لموسوس بغسل عصر ثلثا فیما ینعصر و تثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیره مما ینشرب النجاسة و هذا کله اذا غسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیرا وجری علیه الماء طهر مطلقا بلاشرط عصر و تخفیف و تکرار غمس هو المختار. اه**

ناپاک روڑ کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ **کما لا یخفی۔ واللّٰہ سبحنه وتعالیٰ اعلم**

**مسئلہ ۲۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑھائیوں کو کتے چاٹتے ہیں انہی کڑھائیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں ان کے یہاں شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ **بینوا توجروا**

**الجواب** طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے۔ و بس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **به ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینه۔** مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے "**الاحلی من السکر**" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۲۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگلی پر نجاست لگ جائے اور اسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہو جائے اور منہ بھی پاک رہے۔ **بینوا توجروا**

**الجواب** انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائے گا اگرچہ بار بار و نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائے گا۔ مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہو۔ **الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت. الطیبت للطیبین والطیبون للطیبت. اولئک مبرءون مما یقولون۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (النور:۲۶)

**مسئلہ ۲۹** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ ترکاری۔ شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیہ انما المشرکون نجس سے اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا

**الجواب** آیہ کریمہ انما المشرکون نجس (التوبہ: ۲۸) ان کے بجائے ونجاست قلب ونجاست دین کے بارے میں ہے اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوٰی اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اسے دیکھتا رہا تو اس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت محقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال اصلی اشیاء میں طہارت وحلت ہے۔ قال تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ (البقرہ: ۲۹) جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں به ناخذ مالم نعرف شیئا حرام بعینہ۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بنجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں ایک دشواری نہ ہو ان سے بچنا اولیٰ ہے۔ غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۳۰** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا

**الجواب** زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانچ سو برس کی راہ ہے اس میں ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ ثبت ہے۔

**مسئلہ ۳۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اس کو تبدل وتغیر بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب** صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے تغیر ودقتین وصحف ملائکہ میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۳۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ایک ہی مرتبہ اس کا انتظام کر دیا ہے یا بتدریج اس کی ترمیم وتنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** نسخ صحف میں ہے نہ لوح میں۔

کل صغیر و کبیر مستطر۔ جف القلم بماھو کائن۔ واللہ تعالٰی اعلم (القمر: ۵۳)

**مسئلہ ۳۳** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث جف القلم اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا ہو لیا تدبیر انسانی کچھ فائدہ نہیں دیتی؟

**الجواب** دنیا عالم اسباب ہے اور سبب ومسبب سب مقدر مطلقاً ترک تدبیر جہل شدید ہے اور اس پر اعتماد تام ضلالِ بعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقی سعید ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے یا نہیں اور سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب** نہ شقی ازلی سعید ہو سکے نہ سعید ازلی شقی سعید ازلی پر صحبت بد کا اثر ممکن ہے یونہی شقی ازلی پر صحبت نیک کا مگر انجام اسی پر ہوگا جس لئے بنائے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۵** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا بوساطت فرشتگان اور سیارگان وعقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توسل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم ونسخ فرماتا ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** اللہ اکبر۔ حاکم حقیقی عز جلالہ پاک ہے اس سے کہ کسی سے توسل کرے۔ وہی اکیلا حاکم، اکیلا خالق، اکیلا مدبر ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے قال تعالیٰ والمدبرات امرا۔ علماء نے کہا کہ پہلے بعض کام ارواح کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کام ان سے نکال لیا گیا اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقول عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں ان کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۳۶** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ میں زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے اس پر یقین کرنا کفر ہے وہ کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائد سلف اہلسنت وجماعت کے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

**الجواب** اللھم لک الحمد علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلومات الٰہیہ کو محیط ہو اللہ عزوجل سے خاص ہیں مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں النبی ھو المطلع علی الغیب۔ یعنی نبی کہتے ہیں اسے جو غیب پر مطلع ہو ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالی ولئن سالتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب.

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ تو جو نفی مطلق کرے بلاشبہ کافر ہے اور اگر علم ذاتی یا علم محیط جملہ معلومات الٰہی سے تاویل کرے تو کفر سے بچ جائے گا مگر شان اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اس پر الزام قائم ہے کہ اس کا ظاہر کلام بعینہ وہی ہے جو اس منافق نے کہا اور اللہ عزوجل نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا کیوں نہ کہا کہ بے اللہ کے بتائے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے۔

**الجواب** حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہاں تک کہ علماء وعظمائے حرمین و محترمین زادہما اللہ شرفا وتکریما میں رائج ہے شرعاً مباح وجائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلا دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا یا احوال حقہ سے بے خبری پر مبنی۔ کما عرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدو ظہورہ قبل اختبارہ و وضوح امرہ فقیل مسکروہ قیل مفتر و قیل مضر ای مطلقاً کالسموم و قیل و قیل یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبتنی۔ کقول من قال انہ مما مجتمع علیہ الفاق کاجتماعھم علی المحرمات و قول اخر انہ بصدعن ذکر اللہ و عن الصلوۃ یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد و بعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم ان کے غیر اعصار وامصار کو ہرگز شامل نہیں۔ کمن احتج بالنھی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ النابلسی یا محض مفتریات کا ذبہ پر متفرع کتھور من تفوہ ان کل دخان حرام. و جعلہ حدیثا عن سید الانام علیہ افضل الصلوۃ و اکمل السلام و کجراۃ من قال اجمعوا علی حرمۃ والاجماع

فقیر نے اس باب میں زیادہ بیبا کی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامہ امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعوے باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گڑھتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دم الانبیاء "جس نے حقہ پیا گویا اس نے پیغمبروں کا خون پیا۔"

دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانمازنی بامه فی الکعبه "جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔"

انا للّٰہ انا الیه راجعون ۔ جہل بھی کیا بدلا ہے خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ دانستہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان اٹھایا اور حدیث متواتر:

من کذب علی متعمد افلیتبوء مقعده من النار

کو اصلا دھیان نہ لایا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اللّٰھم تب علینا و علیه ان کان حیا و اغفرلنا وله ان کان میتا

یا قواعد شرع میں بے غوری اور نظر وفکر کی بیطوری سے پیدا

کراعم من زعم ان بدعة وکل بدعة ضلالة و منه زعم الزاعم ان فیه استعمال الة العذاب یعنی النارو ذاک حرام و ھذا من البطلان بابین مکان نقضه المحدث الدهلوی فیما نسب الیه باستعمال الماء المعذب به قوم نوح علیه الصلوٰة والسلام قلت و فی الترویح بالمرواح استعمال الة عذاب عاد. واما اصلاح الفاضل الکھنوی بزیادة قید علی ھیئاة اهل العذاب. فاقول لایجدی نفعا والالم یجز الاغتسال بماء حار قال تعالی یصب من فوق روسهم الحمیم وماذا یزعم الزعم فی دخول الحمام فیکون علی ھذا حراما منهیا عنه لذاته بل من الکبائر اما مطلقا علی ما اختار ھذا الفاضل من کون تعاطی المکروه تحریما من الکبائر او بعد الاغتیاد علی ما علیه الاعتماد من کونه فی نفسه من الصغائر و ذلک لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر اشبه شئی بجهنم النار من تحت والظلام من فوق و فیه الغم والحبس و الضیق و لذالماد خله سیدنا سلیمن نبی اللّٰه علیه الصلوة والسلام تذکر به النار و عذاب الجبار اخرج العقیلی و الطبرانی و ابن عدی والبیهقی فی السنن عن ابی موسی الاشعری رضی اللّٰه تعالی عنه یرفعه الی النبی صلی اللّٰه تعالی علیه واله وسلم قال ادل من دخل الحمامات و ضعت له النورة سلیمان بن داود وفلما دخله وجد حره و غمه فقال اده من عذاب اللّٰه اده قبل ان لا تکون اده قلت و بهذا یرد حدیث التشبیه باهل النار و حدیث الملاسبة بالنار کما لا یخفی علی اولی الابصار

ولہذا علمائے محققین واجلہ معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار وامکان افکار اس کی اباحت کا حکم فرمایا۔

وھو الحق الحقیق بالقبول

علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر میں فرماتے ہیں۔ **یعلم منہ حل شرب الدخان**

اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔علامہ عبدالغنی بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

**من البدع العادیۃاستعمال التتن والقھوۃ الشائع ذکرھما فی ھذا الزمان بین الاسافل والا عیان والصواب انہ لا وجہ لحرمتھا ولالکراھتھا فی الاستعمال الخ**

بدعات عادیہ سے ہے حقہ اورکافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام خواص میں شائع ہے اورحق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔علامہ محقق علاؤالدین دمشقی درمختار میں عبارت اشباہ نقل کرکے فرماتے ہیں: **فیفھم منہ حکم التتن**

شامی میں ہے: **وھوا الاباحۃ علی المختار**

یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اوروہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔پھر فرمایا:

**وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیہ الحاقالہ بالثوم والبصل باولی**

ہمارے استاد عبدالرحمٰن بن محمد عمادالدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے سیر و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود وعلامہ سیدی طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا:

**لایخفی ان الکراھۃ تنزیھیۃ بدلیل الالحاق بالثوم والمصل و المکروہ تنزیھا یجامع الجواز**

پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی اورمکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔

علامہ حامدآفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حید کردی جزری رحمۃ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

**فی الافتا بحلہ دفع الحرج عن المسلمین فان اکثرھم مبتلون بتناولہ فان اکثراھم مبتلون بتناولہ مع ان تحلیلہ ایسر من تحریمہ وما خیر رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم بین امرین الاختار ایسرھما واما کونہ بدعۃ فلا ضرر فانہ بدعۃ فی التناول لا فی الدین فاثبات حرمتہ امر عسیر لا یکاد یوجدلہ نصیر**

حلت قلیان پرفتوٰی دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے کہ اکثراہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں مع ہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہےاورحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے جوان میں زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے رہا اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں تواس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین ویاور ملتا نظرنہیں آتا۔

علامہ خاتم محققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

للعلامة الشیخ علی اجهوری المالکی رسالة فی حله نقل فیها انه افتی بعد من یعتمد علیه من ائمة المذاهب الاربعة

علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا کہ چاروں مذاہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتوٰی دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت و الف فی حله ایضا سیدنا العارف عبد الغنی النابلسی رسالة سماها الصلح بین بین الاخوان فی اباحة شرب الدخان و تعرض له فی کثیر من تالیف الحسان و اقامة الطامة الکبری علی القائل بالحرمة او بالکراهة فانهما حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل ولا دلیل علی ذالک فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبته له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة وان العسل یضر باصحاب الصفراء الغالبة و ربما امرضهم مع انه شفاء بالنص القطعی ولیس الحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمة اوالکراهة الذین لا بدلهما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی هی الاصل وقد توقف النبی صلی الذین لا بدلهما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی هی الاصل و قد توقف النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم مع انه هوالمشرع فی تحریم الخمرام الخبائث حتی نزل علیه النص القطعی فالذی ینبغی للانسان اذا سئل عنه سواء کان ممن یتعاطاه اولا کهذا العبد الضعیف و جمیع من فی بیته ان یقول هو مباح لکن راحته تستکرهها الطباع فهو مکروه طبعا لا شرعا الی اخرما اطال به رحمه اللہ تعالیٰ

حلت قلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالٰی نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جن کا نام الصلح بین الخوان فی اباحة شرب الدخان رکھا اور اپنی بہت تالیفات نفیسہ میں اس سے تعرض کیا اور حقہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامت کبرٰی قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں جس کے لئے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم کہ نہ اس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت نہیں ثابت ہوتی جن مزاجوں پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد نہیں نقصان کرتا بلکہ بارہا بیمار کردیتا ہے باآنکہ وہ بنص قرآنی شفا ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افترا کردیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت ہے بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہ نفس نفیس صاحب شرع ہیں شراب جیسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف فرمایا جب تک نص قطعی نہ اتری تو آدمی کو چاہئے کہ جب اس سے حقہ کے بارہ میں سوال کیا جائے تو اسے مباح ہی بتائے خواہ آپ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ

ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتوئی اباحت ہی پر دیتا ہوں) ہاں اس کی بوطبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ طبعی ہے نہ شرعی اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔

بالجملہ عندالتحقیق اس مسئلہ میں سواحکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عجماً وعرباً وشرقاً عام مومنین بلادوبقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلاء ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا کہ: فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمین اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ اقول:

ولسنا نعني بهذان عامة المسلمين اذا ابتلوا بحرام حل بل الامران عموم البلوى من موجبات التخفيف شرعا و ما ضاق امر الا اتسع فاذ اوقع ذلک فی مسئلة مختلف فیها ترجع جانب الیسر هونا للمسلمین عن العسر ولا یخفی علی خادم الفقه ان هذا کما هو اجار فی باب الطهارة والنجاسة کذلک فی باب الاباحة والحرمة والذاتراه من مسوغات الافتاء بقول غیر الامام الاعظم رحمته الله علیه کما فی مسئلة المخابرة وغیرها مع تنصیصهم بانه لا یعدل عن قوله الی قول غیره الابضرورة بل هومن مجوزات المیل الی روایة النوادر علی خلاف ظاهر الروایة کما نصوا علیه مع تصریحهم بان ماخرج عن ظاهرا الروایة فهو قول مرجوع عنه ما جع عنه المجتهد بما یق قولا له وقد تثبث العلماء بهذا فی کثیر من مسائل الحلال و الحرام ففی الطریقة و شرحها الحدیقة فی زماننا هذا لا یمکن الاخذ بالقول الاحوط فی الفتوی الذی افتی به الائمة هو ما اختاره الفقیه ابو اللیث انه ان کان فی غالب الظن ان اکثر مال الرجل حلال جاز قبول هدیة و معاملة والا لا اه ملخصا. وفی ردالمحتار مسئله بیع الثمار لا یخفی تحقیق الضرورة وفی زماننا ولا سیما فی مثل دمشق الشام و فی نزعهم عن عادتهم حرج و ما ضاق الامرا لا اتسع ولا یخفی ان هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الروایة اه ملخصا. وفیه مسئله العلم فی الثوب هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اه. و فیه من کتاب الحدود مقتضی هذا کله ان من زفت الیه زوجة لیلة عرسه ولم یکن یعرفها لا یحل له وطوء ها مالم یقل واحد ة اواکثر انها زوجتک و فیه حرج عظیم لانه یلزم منه تاثیم الامة اه ملخصا انی غیر ذلک من مسائل یکثر عدها و یطول سردها ناندفع ما عسی متوهم ان یتوهم من القول الفاضل اللکهنوی ان عموم البلوی انمایوثر فی باب الطهارة والنجاسة لافی باب الحرمة والا باحة صرح به الجماعة اه

ہاں بنظر بعض وجوہ اسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی وعلامہ ابوالسعود وعلامہ طحاوی وعلامہ شامی نے الحاقاً بالثوم و البصل افادۃ فرمایا:

علی ما فیه لبعض الفضلاء مع کلام المنا فی ذلک المراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: الحاقه بما ذکر هو الانصاف

اقول۔ یہیں ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا۔

کما جزم به الفاضل اللکهنوی فی فتاواه تردد فی رسالة و اضطراب فیه کلام المحدث الدهلوی فیمانسب الیه فاوهم اولا انه یوجب کراهة التحریم و عادًا خرافقال التنزیه سراسر خلاف تحقیق ہے۔

**ثم اقول** پھر کراہت تنزیہہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز واباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ مرتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا کہ مستحب بات کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل الکھنوی وجعه السید المشهدی ثم الکردی سخت لغزش وخطا فاحش ہے یارب مکروہ گناہ کونسا جو شرعاً مباح ہو اور مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیة ان المکروه تنزیها لیس بمعصیة تحریر کی وباللہ التوفیق۔

**ثم اقول** یوہیں مانحن فیہ میں تین وجہ کراہت تنزیہہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدهلوی محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ ان وجوہ سے اکثر محل نظر شرع سے اصلاً اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے۔ ومن ادعی فعلیه البیان۔ خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خان دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں علمائے محققین حقہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں۔

حیث قال اما المحققون القائلون بکراهة تنزیها فهم ایضا تشبثوا بالروایات الفقهیة مثل ما قال صاحب الدر المختار

اور اس میں تصریح ہے کہ مالت مشائخنا الیها ای کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب ان اسے تحریر۔ انیق وتقریر وسبق وصحیح والمبانی ومتحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بتایا اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنت غایة الا ستحسان ماشر بانیه من جواهر لالیه فی مبانیه و معانیه فرمایا تو ظاہر اور دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومضمل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے تو رسالہ تلمیذ کی مدح وتقریظ معارض ومناقض ہوگی وہ تحریر پایہ اعتبار سے یوں بھی گر گئی اور اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق ہے نہ

تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمرو اللہ الہادی وولی الایادی۔

**الحاصل** معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح وصرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیتے بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں کچھ برا نہیں کرتے۔ فان الاساده فوق کراهة التنزیه کما حققه العلامة الشامی

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلاد ہندہ ماہ رمضان مبارک شریف میں وقت افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجب حالت بناتے ہیں بے شک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ للہ ماہ مبارک میں اللہ عزوجل ہدایت بخشے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ احمد وابوداؤد بسند صحیح عن ام سلمة رضی اللہ تعالی عنها قالت نهی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن کل مسکرو مفتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۳۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درباب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی می فرمانید و بعضے مکروہ تحریمی میگویند و بعض حرام مطلق میدانند و بعضے میفرمانید کہ کسے کہ قلیان میکشد از مشاہد جمال جہاں آرائی حضرت خواجہ عالم و عالمیان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و از احضار مجلس حضور پرنور اقدس و اعلیٰ محروم می ماند پس قائل میگویم کہ آیات مذہب مختار حنفی چیست گو دریں باب استفتا ہا علماء دستخط فرمودند مگر مفصل ارقام نرفت و تسکینم نشد لہٰذا امیدوارم کہ تشریح مفصل ارقام رود۔ بینوا توجروا

**الجواب** باید دانست کہ در مسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلاف بظہور آمدہ اند بردو قسم اند یکے اختلاف علمائے کاملین و دیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلافات علماء کاملین کہ بظہور رسیدہ بنظر غور و تعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین ست۔ اما اختلاف متعصبین پس مبنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سروپا مشتملہ بر کذب و زور است تفصیل ایں اجمال آنکہ از روئے احادیث و آثار و اقوال جمہور فقہاء کبار اصل در اشیاء اباحت است پس چیز یکہ در آں دلیلے کہ منصوص الحرمۃ است یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار البتہ حرام و ممنوع است و چیز یکہ در اں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود و حکمش مسکوت عنہ بود باعتبار ذات حلال و مباح است اگر کراہت و حرمت در کدامی صورت خاصہ یافتہ خواہد شد مکروہ و حرام گفتہ خواہد شد ورنہ بر اصل خود باقی خواہد ماند و چوں در تمباکو کہ در بعض بلاد یافتہ میشود اسکار و تفتیر موجود است مثل بلاد بخارا وغیرہ علما آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند و در تمباکوئے بعض بلاد ہرگز اثرے تفتیر و اسکار نیست مثل تمباکوئے مصر وغیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت و جواز فرمودہ اند و قول منکر را مردود نمودہ اند و علی ہذا القیاس اختلاف حال شاربین را ہم دخلی است معتد بہ در حکم آں پس کسے کہ بطور لہو و لعب انہماک عبث در آں می نماید حکمش جدا است و کسے کہ برائے منافع کہ انکار از اں نتواں نمود بقدر ضرورت استعمال می سازد حکمش جدا است پس ایں اختلاف کہ در اقوال محققین یافتہ میشود فی الحقیقۃ اختلافے نیست و آنچہ متعصبین حرام مطلق میگویند قطع نظر از آنکہ برائے

منفعت باشد یا بطور لہو ولعب وعبث تمبا کو ہم خواہ مسکر و مفتر باشد وبغیر نقل از شارع ومجتہدین شریعت اصل دراشیاء حرمت قرار دادہ اند پس تعصبے ست باطل واز حلیہ صدق واانصاف عاطل وقول وحکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہد لمعان جمال حضرت سید انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم حاصل می گردد بے دلیل کامل در ہمیں تعصب لاحاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلہ الختار بعدازاں کہ فرمودہ: قد اضطربت اراء العلماء فيه فبعضهم قال بكراهة و بعضهم قال بحرمته بعضهم با باحة الخ

ویک دوقول ممانعت ذکر نمودہ ودر آخر فرمودہ:

وللعلامة الشيخ على الاجهورى المالكى رسالة فى حله نقل فيها انى افتى بحله من يعتمد عليه من ائمة المذاهب الاربعة قلت و الف فى حله ايضا سيدنا العارف عبدالغنى النابلسى رسالة سماها بالصلح بين الاخوان فى اباحة شرب الدخان و تعرض له فى كثير من تاليف الحسان و اقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما حكمان شرعيان لا بدلهما من دليل ولا دليل على ذلك فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا ضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فى الاشياء الاباحة وان فرض اضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل احد فان العسل يضر باصحاب اصفراء و ربما امر ضهم مع انه شفاء بالنص القطعى و ليس الاحتياط فى الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة اوالكرهة الذين لا بدلهما من دليل بل فى القول بالا باحة التى هى الاصل وقد توقف النبى صلى اللّٰه تعالى عليه واله وسلم مع انه هو المشرع فى تحريم الخمر ام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعى فالذى ينبغى للانسان اذا سئل عنه سواء كان ممن يتعا طاه اولا كهذا العبد الضعيف و جميع من فى بيته يقول هو مباح لكن رائحة تستكر مها الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا الى اخرما قال الى اخره

حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر محب الرسول القادری البدایوانی عفی عنہ۔

**مسئلہ ۳۹** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع دین ایسے شخص کی نسبت اور اس کے معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہوا ور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا ہے اور جو اپنے وعظ میں بھی آریوں کو اپنا ولی اور دوست اور جگر کا ٹکڑا بتلائے اور حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے مرتبہ کو حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے برابر سمجھے اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عنداللہ وعندالرسول صلی اللہ علیہ وسلم بروئے قرآن وحدیث و فقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخل حسنات ہوں اس کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے جو اس شخص نے آریوں کے

پاس بھیجے تھے۔بینوا توجروا۔

**الجواب** یہ کلمات اگراس شخص نے دل سے کہے جب تو اس کا کفرصریح ظاہرواضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے کفر کی طرف مائل بلکہ اس کا مشتاق اوراس کے لئے اپنے آپ کو بے چین بناتا ہے کفر کی عزت وفخراورسرفرازی کہتا ہے تواس کے شکوک رفع ہوں یانہ ہوں وہ آریہ بنے یانہ بنے اسلام سے تواس وقت نکل گیاوالعیاذ باللہ تعالٰی اوراگردل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے آریہ کو دھوکہ دینے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں تو اول تو یہ دھوکہ کا عذر محض جھوٹ باطل ہے اور بفرض غلط اگر ہو بھی تو دھوکہ دینا کیا ضرور ہے اور بغرض غلط ضرور بھی ہو تو وہ اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا واحد قہارعزجلالہ نے صرف اکراہ کا استثناء فرمایا۔الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان بہرحال اس کو واعظ بنانا حرام اس کا وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام اس کے پیچھے نماز باطل رہا امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے مرتبہ کو شان حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کہنا اس کے کفرصریح وارتداد خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہوسکتا نہ کہ اہل سنت جن کا ایمان یہ ہے کہ کسی غیرنبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وہ سب بھی اسی کے حکم میں ہیں مارہرہ شریف کے صاحبزادوں میں ایسے تاریک ناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہرا سنے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا تو اب جھوٹ ہوگیا۔ قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔واللہ تعالٰی اعلم (ھود: ۴۶)

**مسئلہ ۴۰** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائزہے۔ بینوا توجروا

**الجواب** اپنا حق مردہ زندہ کرنے کے لئے پہلودار بات کہنا جس کا ظاہردروغ ہو اور واقع میں اس کے سچے۔معنے مراد ہوں اگرچہ سننے والا کچھ سمجھے بلاشبہ باتفاق علماء دین میں جائز اور احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت ہے جبکہ وہ حق بے اس طریقہ کے ملنا میسر نہ ہو ورنہ یہ بھی جائز نہیں پہلودار بات یوں مثلاً ظالم نے ظلماً اس کی کسی چیز پر قبضہ مخالفانہ اس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہوجاتا ہے مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں اس کے بیان پر رکھا گیا اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے کہ واقعی مثلاً بارہ برس سے میرا قبضہ نہیں گو حق جاتا اور ظالم فتح پاتا ہے لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے کہ ہاں میرا قبضہ رہا ہے یعنی زمانہ گذشتہ اور زیادہ تصریح چاہی جائے تو یوں کہہ سکتا ہے کہ آج تک میرا قبضہ چلا آیا اور نیت میں لفظ آیا کو کلمہ استفہام لے جیسے کہتے ہیں آیا یہ بات حق ہے یعنی کیا نہ بات حق ہے تو استفہام انکاری کے طور پر اس کلمہ کا یہ مطلب ہوا کہ کیا آج تک میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہوگیا۔یا یوں کہے کل تک برابر میرا قبضہ رہا آج کا حال نہیں معلوم کہ کچہری کیا حکم دے اور لفظ کل سے زمانہ قریب مراد لے جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں کل کا بچہ ہے حالانکہ اس کی عمر بیس بائیس سال کی ہو اسی معنی

پر قیامت کو روز فردا کہتے ہیں کل آنے والی ہے یعنی بہت نزدیک ہے یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو تو کہے اس کا قبضہ کبھی نہ ہوا اور مراد یہ لے کہ کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اس کا قبضہ نہ تھا زیادہ تصریح درکار ہو تو کہے اس کا قبضہ اصلا کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا نہ ہے اور معنی یہ لے کہ حقیقی قبضہ ہر شے پر اللہ عزوجل کا ہے دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا غرض جو شخص تصرفات الفاظ و معانی سے آگاہ ہے سو پہلو نکال سکتا ہے مگر ان کو جواز بھی صرف اسی حالت میں ہے جب یہ واقعی مظلوم ہے اور بغیر ایسی پہلودار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی ورنہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں۔

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلودار بات سے کام نہ چلے ہاں صریح کذب بھی دفع ظلم واحیاء حق کے لئے جائز ہے یا نہیں اس بارہ کلمات علماء مختلف ہیں بہت روایات سے اجازت نکلتی اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب میں ہے اور شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم ودین قویم کی میزان میں تولے جدھر کا پلہ غالب پائے اس سے احتراز کرے مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام وکمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اور اس کے اہل عیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح مل نہیں سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی ہو اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سودوسو روپے کسی نے دبالئے صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل ونقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ:

من ابتلی ببلین اختارا هونهما — جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو ان میں جو آسان ہے اسے اختیار کرے۔

هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

درمختار میں ہے: الکذب مباح لاحیاء حقه و دفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون. الکل من المجتبی و فی الوهبانیة قال

وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم و اهل لترضی و القتال لیظفروا

ردالمحتار میں ہے:

الکذب مباح لا حیاء حقه کالشفیع یعلم بالبیع باللیل فاذا اصبح یشهدو یقول علمت الان و کذا الصغیرة تبلغ فی اللیل وتختار نفسها من الزوج و تقول رایت الدم الان واعلم ان لکذب قد یباح وقد یجب و الضابطة فیه کما فی تبیین المحارم وغیره عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوسل الیه بالصدق والکذب جمیعا فا الکذب فیه حرام وان امکن التوسل الیه بالکذب وحده فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود و واجب ان وجب کما لورائی معصوما اختفی من ظالم یرید قتله و ایذاء ه فالکذب هنا واجب و کذالوساله من و دیعة یرید اخذها یجب انکارها و مهما کان لا یتم مقصود حرب او صلاح ذات البین اواستمالة قلب المجنی علیه الا

بالکذب فیباح ولوساله سلطان عن فاحشة وقعت منه سرا کزنا اوشرب فله ان یقول ما فعلته لان اظهارها فاحشة اخری وله ایضا یکره سراخیه و ینبغی ان یقاتل مفسدةالکذب بالمفسدة المرتبه علی الصدق فان کانت مفسدة الصدق اشد فله الکذب وان بالعکس اوشک حرم وان تعلق بنفسه استحب ان لا یکذب وان تعلق لغیره لم تجر المسامحة لحق غیره والحزم ترکه حیث ابیح۔

نیز اس میں اور حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

قوله جاز الکذب قال الشارح ابن الشیخة نقل فی البزازیة ان اراد المعاریض لا الکذب الخالص

ی میں ہے: حیث یباح اتعریض لحاجته لا یباح بغیرها لانه یوهم الکذب وان لم یکن اللفظ کذبا الخ

حدیقہ ندیہ میں ہے: یکره التعریض کراهة تحریم بدون الحاجة الیه اه باختصار

طحطاوی میں ہے:

قالت عند القاضی ادرکت الان و فسخت فالقول لها لانها قادرة علی نشاء الردو لا یشترط ان یکون حالة البلوغ حقیقة بل لو کان باخبارها کذبا انه بلغت الان و قیل لمحمد کیف یصح وهو کذب لانها انما ادرکت قبل هذا الوقت فقال لا تصدق بالاسناد مجازلها ان تکذب کیلا یبطل حقها اه وانما یسوغ لها ذلک اذا کانت اختلاف عندالبلوغ بالفعل و اخذ من ذلک جواز الکذب لا حیاء الحق وهی منصوصة

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

ان رات الدم فی اللیل تقول فسخت النکاح و تشهد اذا اصحبت و تقول انما رایت الدم الان لانها تصدق ان تقول رایت الدم فی اللیل و نسخت ذکره فی مجموع النوازل قال رضی اللّٰه تعالی عنه وان کان هذا کذبا لکن الکذب فی بعض المواضع مباح

بزازیہ ونہر میں ہے:

لیس هذا بکذب محض بل من قبیل المعاریض المسوغة لاحیاء الحق کانه الفعل الممتد لدوامه حکم الابتداء والضرورة داعیة الی هذا الاالی غیره اه

طحطاویہ میں ہے: قلت لایظهر بعد التقیید بالان انه من الماریض بل من محض الکذب الخ

ردالمحتار میں ہے:

حاصله انها بقولها بلغت الان انی الان بالغة لئلا یکون کذبا صریحا الخ اقول و وجه اخروهو ارادة القرب بقوله الان کما قدمت فی صدر الجواب۔

اشباہ میں ہے: الکذب مفسدۃ محرمۃ وھی متی تضمن جلب مصلحۃ تربو علیہ جاز الخ

غمز العیون میں ہے:

فی البزازیۃ یجواز الکذب فی ثلثۃ مواضع فی الاصلاح بین الناس و فی الحرب د مع امراتہ قال فی ذخیرۃ اراد بھا المعاریض لا الکذب الخالص او مثلہ فی اواخر الجیل عن المبسوط۔

طریقہ محمدیہ میں ہے:

یحوز الکذب فی ثلث وما فی معناھات عن اسماء بنت یزید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل الکذب الافی ثلث رجل کذب امراتہ لیرضیھا و رجل کذب فی الحرب مان الحرب خدعۃ و رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینھما وزاد فی روایۃ عن ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا المراۃ تحدث زوجھا والحق بھذا الثلث دفع ظلم الظالم و احیاء الحق و قیل المباح فی ھذا المواضع التعریض اما الکذب فحرام لایحل بحال اھ

مرقاۃ میں زیر حدیث صحیحین:

عن ام کلثوم رضی اللّٰہ تعالی عنھا قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم لیس الکذب الذی یصلح بین الناس و یقول خیرا واینمی خیرا

فرمایا:

بان یقول الاصلاح مثلا بین زید و عمرو یا عمرو یسلم علیک زید و یمدحک و یقول انا رجہ و کذلک یحی الی زید و یبلغہ من عمرو مثل ماسبق۔

عمدۃ الباری شرح بخاری میں ہے:

فیہ ای فی الحدیث الجبل فی التخلیص من الظلمۃ بل اذا اعلم انہ لا تخلیص الا بالکذب جازلہ الکذب الصریح و قد یجب فی بعض الصور بالاتفاق ککونہ ینجی نبیا او ولیا ممن یرید قتلہ اولنجاۃ المسلمین من عدوھم. وقال الفقھاء لو طلب ظالم و دیعۃ لانسان لیا خذھا غضبا وجب علیہ الانکار و الکذب فی انہ لا یعلم موضعھا۔

غمز العیون میں اسے نقل کرکے فرمایا: فلیحفظ۔

شیخ محقق ترجمہ مشکوۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں: ''یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں رواست اصلاح ذات البین ست صلح دادن ودور کردن نزاع وعداوت کہ میان دوکس ست ویکے دیگر ازاں مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز است نگاہ داشت برخوں و مال کسے ست کہ بناحق میرود ودروغ گفتن بازن بقصد اصلاح ورضائے وے نیز جائز داشتہ چنانکہ گوید ترا دوست میدارم ہرچند

ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لئے چھینا جھپٹی زبردستی دبالینا و امثالہا امور جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

**الجواب** عین حق یا جنس حق کے لئے اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو اور اس پر کذب کا قیاس مع الفاروق ہے کہ یہاں غصب ونہب کی صورت ہے حقیقت نہیں کہ حقیقتاً اپنا حق لیتا ہے اور کذب ہوگا تو حقیقتاً ہوگا **کما لا یخفی**۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۴۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایوانی کی خدمت میں میں نے اپنے جواب کو اس لئے پیش کیا تھا کہ اگر صحیح ہو تو یہی رہے اس وقت تک میں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ وسند احیاء العلوم تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ احیاء العلوم سے جواب کافی نہیں فقہ سے لکھو اور کچھ نہ فرمایا۔ فقہ میں جو دیکھا تو اس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے۔ آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہا سے سند لانا اور غیر مذہب کے علماء سے سند لانا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو کس قسم کے مسائل میں اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ حنفی کو اپنی فقہ سے ہی سند ضرور ہے۔ علماء احناف اہل سنت جو اپنی کتب مناظرہ وغیرہ میں دوسرے علماء اور ان کی کتب یا تصوف وغیرہ علوم کی کتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں۔ **بینوا توجروا**۔

**الجواب** مسائل اختلافیہ حنفیہ وغیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں اور ان کے ماورا میں قدیماً وحدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں یونہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوف قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم سے استناد اور ایسوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۳** حضرت مولانا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ

(۱) جس نے فرض عشاء باجماعت نہیں پڑھے اور وتر کی جماعت میں شریک ہوگیا اس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں یا ہوئے مگر مکروہ تو تحریمی یا تنزیہی۔

(۲) اگر جماعت سے فرض عشاء پڑھ لئے تھے تو اب جس امام کے پیچھے چاہے وتر جماعت سے پڑھ لے اگرچہ وہ امام فرض و تراویح دونوں سے غیر ہو یا صرف ایک سے یا اس امام نے فرض وتراویح باجماعت نہ پڑھے ہوں بہرحال بلا کراہت صحیح ہوں گے یا کیا؟

(۳) جماعت وتر میں استحقاق شرکت کے لئے تراویح باجماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے یا کچھ نہیں۔

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اس کے بیسیوں حصہ زائد تیز روسواریوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے یہ فرمائیں کہ کس قدر کوس مروج کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہوں گے اور کوس مروج سے اپنی مراد کی تشریح فرما دیں کہ وہ کوس مثلاً اس قدر قدموں کا ہے بہرحال ایسا کوئی اندازہ بتانا چاہئے جس سے سب عام وخاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں

کہ ہمارا سفر قصر ہوا یا نہیں اور تیز رو سواریوں میں بری ہوں یا بحری جو سفر کیا ہے اس کا اس سفر بحساب ایام سے موازنہ کرسکیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** حضرت والا دامت برکاتہم۔

(۱) وتر ہوجانے میں شبہ نہیں ہاں مکروہ ہے بقول الشامی: **اما لو صلاھا جماعۃ مع غیر ثم صلے الوتر معہ لا کراھۃ** اور کراہت تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً اگر کراہت تنزیہ ہے۔

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے تو خود امام ہوکر بھی اور مطلقاً ہر ایسے امام کے پیچھے بھی وتر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ امام فرض ہو یا تراویح یا محض جدید ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں جماعت وتر اسے مکروہ ہوگی اور اس کی کراہت سے میں سرایت کرے گی کہ جماعت وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعت فرض ہے:

**فما لمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر کما بینا فی فتاوٰنا**

(۳) کچھ نہیں سواء اس کے اگر ابھی مسجد میں جماعت تراویح ہوئی ہی نہیں تو جماعت وتر مکروہ ہے کہ جماعت وتر اجماعاً تابع جماعت تراویح ہے۔

(۴) قصر تین منزل پر ہے فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹۔۵ میل ہے تو مدت قصر ۵۷۔۵ میل ہے جسے تقریباً ساڑھے ستاون میل کہئے میل سے یہی رائج میل ۱۷۶۰ گز کا مراد ہے سفر بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحال اعتدال ہوا مراد ہے دخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا مجھے ہر بار دخانی ہی جہاز میں اتفاق سیر ہوا البتہ اس دفعہ جدہ سے رابغہ تک ساعیہ میں گیا تھا کہ تین دن میں پہنچی براہ خشکی چھ منزل ہے اس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لئے میلوں کی تعین نہیں کرسکتا۔ خصوصاً جب کہ لوگوں کا بیان تھا کہ ہوا کم ہے ورنہ ایک دن میں پہنچتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۴۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتب عقائد وغیرہ میں جو اثبات نبوت حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے ادلہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** حضرت بابرکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے **قال قلت یا (ر۔ب) ای الانبیاء کان اول قال ادم قلت یا (ر۔ب) نبی کان قال نعم نبی مکلم**

اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامۃ ترمذی کبیر میں ان سے مرفوعاً یوں ہے:

**اول الرسل ادم و اخرھم (م۔ب) علیہ و علیھم افضل الصلوۃ و السلام**

**مسئلہ ۴۵** کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ذیل میں،

(۱) عورت کو اس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد عورتیں ہوں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد عورات ہیں وہاں عورتوں کو کسی تقریب شادی یا غمی میں برقع کے ساتھ جانا اور شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے لیکن اس جلسہ عورات میں نہیں ہے اور اس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے مگر مالک مکان کی جورو اس عورت کی محرم ہے تو اس کو وہاں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں مگر اس گھر میں کوئی عورت بھی اس عورت کی محرم نہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے مگر وہاں ایک عورت اس عورت کی محرم ہے اور جو عورت محرم ہے وہ مالک مکان کی نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے مگر اس گھر میں عورات اس عورت کی محرم ہیں اور مالک جو نامحرم ہے وہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے آتا نہیں ہے تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے اور گھر میں آتا نہیں اور عورات بھی اس گھر کی نامحرم ہیں تو اس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے اور لوگ نامحرم تو جانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے مگر دوسرے شخص محرم ہیں حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا تو اس عورت کا جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں اس عورت کا خاوند ہے اور دوسرا نامحرم ہے تو اس گھر میں جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین وغیرہ پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں اور مرد بھی محارم وغیر محارم ہیں مگر یہ عورت نامحرم مرد سے چادر وغیرہ سے پردہ کیے ان عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے تو ایسی حالت میں جانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں اس میں کسی مرد یا عورت کو اس طرح جانا کہ وہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے جہاں مواجہہ تو اس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے گو اس آواز وغیرہ ناجائز امور سے

اسے کچھ خط بھی نہیں ہے اور نہ متوجہ اس طرف ہے تو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں گو اس گھر کے لوگ ان عورات کے نامحرم ہیں تو اس کو جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) شقوق مذکور الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں ان میں کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟

(۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس ومحافل میں شرکت سے منع کرنے اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے اور عورت پر اتباع وعدم اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) جس مکان میں مجمع عورات محارم وغیر محارم کا ہو اور عورات محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہمجتمع ہوں اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سنتی ہیں اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام منعقد ہے تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا یا نہ بھیجنا کیا حکم ہے اور نہ بھیجے سے کیا محظور شرعی لازم ہوتا ہے اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے اور اس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہئے یا نہیں؟ فقط **بینوا توجروا ۔ عنداللہ الوھاب** مقصود سائل عورات محارم سے وہ قرابت دار ہیں جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو۔ **بینوا توجروا**

**الجواب** صور جزئیہ کے عرض جواب سے پہلے چند اصول وفوائد ملحوظ خاطر عاطر رہیں کہ بعونہٖ عز مجدہ شقوق مذکورہ وغیرہ مذکورہ سب کا بیان مبین اور فہم حکم کے موید ومعین ہوں وباللہ التوفیق۔

**اول** اصل کلی یہ ہے کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس ان کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مباح دینی یا دنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لئے جانا مطلقاً جائز ہے جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو مثلاً بے ستری نہ ہو مجمع فساق نہ ہو تقریب ممنوع شرعی نہ ہو ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو چوبے شربت کے شیطانی گیت نہ ہوں سمدھنوں کی گالیاں سننا سنانا نہ ہو نامحرم دولہا کو دیکھنا نہ ہو۔ رت جگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو۔

**دوم** اجانب کے یہاں کے مرد زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی غمی زیارت عیادت ان کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں اگرچہ شوہر کے اذان سے اگر اذان دے گا خود بھی گنہگار ہوگا سوا چند صور مفصلہ ذیل کے اور ان میں بھی حتی الوسع تستر وتحرز اور فتنہ ومظان فتنہ سے تحفظ فرض۔

**سوم** کسی کے مکان سے مراد اس کا مکان سکونت ہے نہ مکان مالک مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے جانا جائز بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے جانا جائز۔

**چہارم** محارم میں مردوں سے مراد وہ ہیں جن سے بوجہ علاقہ جزیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام کہ کسی صورت سے حلت نہیں ہوسکتی نہ بہنوئی یا پھوپا یا خالو کہ بہن پھوپی خالہ کے بعد ان سے نکاح ممکن علاقہ جزیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زبان جوان خصوصاً حسینوں کو بلا ضرورت ان سے احتراز ہی چاہئے اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کی آریوں سے زیادہ کہ ان میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف نہ اس قدر لحاظ اور نہ ان کا وہ رعب نہ عامہ محافظین کو اس درجہ ان کی نگہداشت اور ذوق چشیدہ کی رغبت انجان نادان سے کہیں زائد لیس الخبر کالمعائنة۔ تو ان میں موانع ہلکے اور مقتضی بھاری اور اصلاح و تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرسکتا اور کرے تو جھوٹا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔۔۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی اور رغبت نفسانی میں سوگنی ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے ایک پیچھے۔ تقبل شیطان و تدبر شیطان. والعیاذ باللّٰہ العزیز الرحمن. اللھم انی اسالک العفو والعافیة فی الدین والدنیا والاخرة لی وللمومنین وللمومنات جمیعا امین۔

**پنجم** محرم عورتوں سے وہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو ایک جانب سے جریان کافی نہیں مثلاً ساس بہو تو باہم محرم ہی ہیں کہ ان میں جسے مرد فرض کریں دوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حرمت ابدیہ ہے کہ وہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے مگر ماں کو مرد فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اس کے باپ کی کوئی نہیں۔

**ششم** رہے وہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہائے فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشہ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع محل جلوت ہے تو حاجت شرعی اجازت نہیں خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و خطبات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے سیر۔ تماشے، باجے، تاشے ندیوں کے پن گھٹ ناؤ چڑھانے کے جھمگھٹ بے نظیر کے میلے پھول والوں کے جھمیلے نوچندی کی بلائیں مصنوعی کربلائیں علم تعزیوں کے کاوے۔ تخت جریدوں کے دھاوے۔ حسین آباد کے جلوے۔ عباسی درگاہ کے بلوے ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں نہ کہ یہ نازک شیشاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا ویدک الخشبة رفقا بالقواریر اور محل حاجت میں جس کی صورتیں مذکور ہوں گی بشرط تستر و تحفظ و تحرز فتنہ اجازت یکروزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ مذکور کی حاجت۔

**هفتم** یہ اور وہ یعنی مکان غیر و غیر مکان میں جانا بشرائط مذکور جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں۔ قابلہ، غاسلہ، نازلہ، مریضہ، مضطرہ، حاجہ، مجاہدہ، مسافرہ، کاسبہ۔

**قابلہ** یہ کہ کسی عورت کو دردزہ ہوا یہ دائی ہے۔

**غاسلہ** جب کوئی عورت مرے یہ نہلانے والی ہے ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے تو اذن شوہر ضرور جب کہ مہر معجّل نہ ہو یا تھا تو پاچکی۔

**نازلہ** جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا۔

**مریضہ** کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی نبض کو دکھانے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی طرف سے کشف عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو۔

**مضطرہ** کہ مکان میں آگ لگی یا گرا پڑتا ہے یا چور گھس آئے یا درندہ آتا ہے غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی کہ حفظ دین یا ناموس یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں اور عضو نفس اور مال اس کا شقیق ہے۔

**حاجہ** ظاہر ہے اور زائرہ اس میں داخل کہ زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمۂ حج بلکہ متمۂ حج ہے۔

**مجاہدہ** جب عیاذ باللہ عیاذاً باللہ اسلام کو حاجت اور بحکم امام نفیر عام کی نوبت ہو فرض ہے کہ ہر غلام بے اذن مولیٰ ہر پسر بے اذن والدین ہر پردہ نشین بے اذن شوہر جہاد کو نکلے جبکہ استطاعت جہاد و صلاح و زاد ہو۔

**مسافرہ** جو عورت سفر جائز کو جائے مثلاً والدین مدت سفر پر ہیں یا شوہر نے کہ دور نوکر ہے اپنے پاس بلایا اور محرم ساتھ ہے تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اترنے سے چارہ نہیں۔

**کاسبہ** عورت بے شوہر ہے یا شوہر بے جوہر کہ خبر گیری نہیں کرتا نہ اپنے پاس کچھ کہ دن کاٹے نہ اقارب کو توفیق یا استطاعت نہ بیت المال منتظم نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت نہ محارم کے یہاں ذریعہ خدمت نہ بحال بے شوہر کسی کو اس سے نکاح کی رغبت تو جائز ہے کہ بشرط تحفظ و تحرز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو حتی الامکان وہاں ایسا کام لے جو اپنے گھر آکر کرے جیسے سینا پیسنا ورنہ اس گھر میں نوکری کرے جس میں صرف عورتیں ہوں یا نابالغ بچے ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو اور ساٹھ ستر برس کا پیرزال بدشکل کریہہ المنظر کو خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

**تنبیہ** ان کے سوا تین صورتیں اور بھی ہیں شاہدہ، طالبہ، مطلوبہ۔

**شاهده** وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویت ہلال رمضان وسماع طلاق وعتق وغیرہ میں شہادت ہو اور ثبوت اس کی گواہی وحاضری دارالقضا پر موقوف خواہ بشرط مذکور کسی حق العبد مثل عتق غلام ونکاح ومعاملات مالیہ کی گواہی اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل اور قبول معمول اور دن کے دن گواہی دے کر واپس آسکے۔

**طالبه** جب اس کا کسی پر حق آتا ہو اور بے جائے دعوٰی نہیں ہو سکتا۔

**مطلوبه** جب اس پر کسی نے غلط دعوٰی کیا اور جوابدہی میں جانا ضرور یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالی پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں کہ ان کی طرف سے وکالت مقبول اور حاکم شرع کا خود آکر نائب بھیج کر ان سے شہادت لینا معمول یہ بیان کافی وصافی بحمد اللہ تعالی تمام صور کو حاوی ووافی بعونہ تعالی اب جواب جزئیات ملاحظہ ہوں۔

**جواب ۱** وہ مکان محارم ہے یا مکان غیر یا غیر مکان اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں سب صور کا مفصل بیان مع شرائط ومستثنیات گزرا۔

**جواب ۲** اگر یہ مراد کہ نامحرم بھی ہیں تو وہی سوال اول ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں تو جواب ناجائز مگر بصورت استثناء۔

**جواب ۳** زن محرم کے یہاں اس کی زیارت عیادت وتعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورۂ اصل اول جائز مگر کتب معتمدہ مثل مجموع النوازل وخلاصہ وفتح القدیر وبحر الرائق واشباہ وغمز العیون وطریقہ محمدیہ ودرمختار وابوالسعود وشرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مطلقا ممانعت ہے اگرچہ محارم کے یہاں۔ علامہ احمد طحطاوی نے اسی پر جزم اور علامہ مصطفٰی رحمتی وعلامہ محمد شامی نے اسی کا استظہار کیا اور یہی مقتضی ہے حدیث عبداللہ بن عمرو حدیث خولہ بنت النعمان وحدیث عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالی عنہم کا فلتنظر نفس ماذا تری اور اگر شادیاں ان فواحش ومنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اول میں اشارہ کیا تو منع یقینی ہے اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جب کہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

**جواب ٤** نہ مگر باستثناء مذکور۔

**جواب ٥** وہ مکان اگر اس زن محرم کا مسکن ہے تو اس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں کہ وہاں ہر ایک دوسرے کی محرم ہو گی اجازت نہیں کہ ممنوع وممنوع مل کر نا ممنوع ہوں گے۔

**جواب ٦** اگر وہ مکان ان زناں محارم کا ہے تو جواب جواب سوم ہے کہ گذرا ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے۔

**جواب ۷** اللّٰھم انی اعوذبک من الفتن والافات و عوارلعورات ۔ یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کر کے فرمایا الافیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین ۔ نہ کہ ان کے ماورا میں اور اگر شوہر اذن دے تو وہ بھی گنہگار اس نفی کا عموم سب کو شامل پھر ان مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا اور دیگر محارم کے پاس بھی اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ وعمہ وخواہر سے دی ۔ نیز علما نے قابلہ وغاسلہ کا استثناء کیا اور پھر ظاہر کہ وہ نہ جائیں گی مگر عورات کے پاس اگر زنان اجنبیہ کے پاس جانا مواضع استثناء سے مخصوص نہ ہوتا استثناء میں مادر وخالہ وخواہر و عمہ وقابلہ وغاسلہ کے ذکر کے کوئی معنی نہ تھے ۔ احادیث ثلثہ مشار الیہا میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں حدیثین اولین میں اس کی علت فرمائی کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں بیہودہ باتیں کرتی ہیں حدیث ثالث میں فرمایا ان کے جمع نہ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گرنے لوہا تپایا جب آگ ہو گیا کوٹنا شروع کیا جس چیز پر اس کا پھول پڑا جلادی ۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر ۔ عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل ودین سنگ دل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں ولذالم یکمل منھن الاقلیل ۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی اور نار شہوات وخلاعات کہ ان میں رجال سے حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا مخلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتوڑے کی صحبت ۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی دین ناموس حیا غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھوک دیں گی سلطے پارسا ہے ہاں پارسا ہے وبارک اللہ مگر جان پرادر کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں کیا صحبت بد میں اثر نہیں جب قیموں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل ۔ فانما خلقت من ضلع اعوج ۔ کج سے بنی کج ہی چلے گی آپ نادان ہے تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زنان کی پرواہ نہیں یا حالات زمان سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے ۔

معذور دار مت کہ تو اور اندیدہ

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں کہ لاینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر جسے ان نازک شیشیوں کی صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں بھی بے حاجت شرعیہ نہ ملنے پائیں کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں حاجات شرعیہ وہی جو علمائے کرام نے استثناء فرمادیں غرض احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر وصلاح نہیں آئندہ اختیار بدست مختار ۔

**جواب ۸، ۹** ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم وجوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاط اعتبار ملک ولحاظ سکونت یہاں سے جدا کوئی صورت نہیں ۔

**جواب ١٠** ملک کا حال وہی ہے جو اوپر گذرا اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز جب کہ ستر حاصل اور تحفظ کامل اور ہر گونہ اندیشہ فتنہ زائل اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو اور شوہر جس مکان میں ہے اگر چہ ملک مشترک بلکہ غیر کی ملک ہو اس کے پاس رہنے کی بھی بشرائط معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہر معجّل کا تقاضا نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو اور شوہر شرائط سکنائے واجبہ مذکورۂ فقہ بجالایا ہو تو واجب انہیں شرائط سے واضح ہوگا کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمل کی جاسکتی ہے۔ اتنا ضروری ہے کہ عورت کو ضرر دینا بنص قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور شک نہیں کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرور رساں اور جہاں ساس نند دیورانی جٹھانی سے ہو تو ان سے بھی جدا رکھنا حق زناں والتفصیل فی ردالمحتار۔

**جواب ١١** یہ تقریباً وہی سوال ہے محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے ورنہ خدا کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی اور ستر بھی کیسا کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں نہ نکل جائیں نہ اٹھو مگر علماء نے اولا کچھ تخصیص کیں جب زمانہ زیادہ زیادہ فتن کا آیا مطلقاً ناجائز فرمادیا۔

**جواب ١٢** اگر جانے کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہی منہیات کا چھوڑنا پڑے گا تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں تو میرے سامنے منہیات نہ کرسکیں گے تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو اور نہ یہ نہ وہ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصاً مقتدا کو ورنہ بشرائط معلومہ جب کہ حالت حالت مذکورہ سوال ہو کہ اسے نہ حظ نہ توجہ اگر چہ تحریم نہیں مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہنائی کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دیں اور یہی فعل حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصاً نازک دل عورتوں کے لئے حدیث انجشہ ابھی گذری اور اصلاح پر اعتماد بڑی غلطی بسا کین آفت از آواز خیزد حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

**جواب ١٣** جواب پنجم ملاحظہ ہو عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیارت عورت ہے نہ حفاظت کی صورت سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جایئے محافظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک تو ڑا دوسرے کی نگہداشت کرے۔

**جواب ١٤** گناہ میں کسی کا اتباع نہیں ہاں وہ صورتیں جہاں منع صرف حق شوہر کے لئے ہے جیسے مہر معجّل نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا یہ اجازت شوہر سے جائز ہو جائے گا والاّ لا۔

**جواب ١٥** الرجال قوامون علی النساء۔ (النساء: ٣٤) مرد کو لازم ہے کہ اپنی اہل کو حتی المقدور مناہی سے روکے یایھا الذین امنو اقوا انفسکم و اھلیکم نارا (التحریم: ٦) عورت بحال نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی ایک گناہ شرع دوسرے گناہ نافرمانی شوہر اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے غلط اور باطل مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہو سکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجلس منکرہ میں بھی جانا ممکن

جب کہ مشیر فتنہ نہ ہو۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ مگر تجسس واتباع عورات ودخول دار غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

**جواب ۱۶** عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنی اصل پنجم میں گذرے اور نہ بھیجنے میں اصلا محذور شرعی نہیں اگرچہ مجلس محارم زن کے یہاں ہو بلکہ اگر وعظ اکثر واعظان زمانہ کی طرح کہ جاہل ناعاقل وبیباک ونا قابل ہوتے ہیں مبلغ علم کچھ اشعار خوانی یا بے سروپا کہانی یا تفسیر مصنوع یا تحدث موضوع نہ عقائد کا پاس نہ مسائل کا احفاظ نہ خدا سے شرم نہ رسول کا لحاظ غایت مقصود پسند عوام اور نہایت مراد جمع حطام یا ذاکر ایسے ہی ذاکرین غافلین مبطلین جاہلین سے کہ رسائل پڑھیں تو جہاں مغرور کے اشعار گائیں تو شعرائے بے شعور کے انبیاء کی توہین خدا پر اتہام اور نعت ومنقبت کا نام بدنام جب تو جانا بھی گناہ بھیجنا بھی حرام اور اپنے یہاں انعقاد مجمع آثام آج کل اکثر مواعظ ومجالس عوام کا یہی حال پر ملال فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون کہ بنام مجلس وعظ ذکر اقدس جائیں اور سنیں نہ سنائیں بلکہ عین وقت ذکر اپنی کچریاں پکائیں جیسا کہ غالب احوال زنان زماں تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے کہ اب یہ جانا اگرچہ بنام خیر ہے مگر مروجہ غیر ہے ذکر و تذکیر کے وقت لغو ولفظ شرعا ممنوع وغلط اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو اور وہ قلیل ونادر ہے تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں اور غیر محارم یعنی مکان غیر یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمال فتنہ یا منکر کا مظنہ یا وعظ وذکر سے پہلے پہنچ کر اپنی مجلس جمانا یا بعد ختم اسی مجمع زناں کا رنگ منانا ہو تو بھی نہ بھیجے کہ منکر ونا منکر مل کر منکر اور بلحاظ تقریر جواب سوم و ہفتم یہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجیے کہ واعظ وذاکر عالم سنی متدین ماہر اور عورتیں جا کر حسب آداب شرع بحضور قلب سمع میں مشغول رہیں اور حال مجلس سابق ولاحق وذہاب وایاب جملہ اوقات میں جمیع منکرات وشنائع مالوفہ وغیرہ مالوفہ معروفہ وغیرہ معروفہ سب سے تحفظ تام تحرز تمام اطمینان کافی ووافی ہو اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلا حرج نہیں ہے اجانب فہذا امما استخیر اللہ تعالٰی فیہ وجیز کروری میں فرمایا عورت کا وعظ سننے کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقا مکروہ جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجیے تو عورت کا ستر کامل وحفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صلحا میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جا کر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیت محرم مکان اجانب واحاطہ مقبوضہ اباعد میں جا کر مجمع ناقصات العقل والدین کے ساتھ مخلے بالطبع ہونا پھر اسے علمانے بلحاظ زماں مطلقا منع فرما دیا با آنکہ صحیح حدیثوں میں اس سے ممانعت موجود اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں اگر چادر نہ رکھتی ہوں دوسری اپنی چادروں میں شریک کرلیں مصلے سے الگ بیٹھی خیر ودعا مسلمین کی برکت لیں تو یہ صورت اولی بالمنع ہے شرع مطہر فقط ہی سے منع نہیں فرماتی بلکہ کلیتا اس کا سد باب کرتی اور حیلہ وسیلہ شر کے یکسر پر کترتی ہے گھر تو غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر۔ حدیث میں تو اپنے

مکانوں کی نسبت آیا لا تسکنوھن الغرف۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترنے میں شرع مطہر نہیں فرماتی کہ تم خاص لیلیٰ و سلمیٰ پر بدگمانی کرو یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنہ فتنہ کہو یا خاص کسی جماعت زبان کو مجمع نابایستنی بتاؤ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے کہ ان من الحزم سوء الظن۔

نگہ دار د آں شوخ در کیسہ در　　　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا ظاہر ہزار جگہ خصوصاً اس زمن فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں اور سب سے درگزرے تو آج کل عامہ خاص خصوصاً نساء میں بڑا ہذیان ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے کاجل کی کوٹھری کے پاس ہی کیوں جائے کہ دھبا کھائے لاجرم سبیل یہی ہے کہ بالکل دریا جلا دیا جائے　　وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو سامان کا

شرع مطہر حکیم ہے اور مومنین اور مومنات پر رؤف و رحیم اس کی عادت کریمہ ہے کہ ایسے مواضع احتیاط میں ما بہ بائن کے اندیشہ سے مالا باس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے زید کے بارہا ایسے مجامع ہوتے ہیں کبھی فتنہ نہ ہوا جان برادر علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہئے۔

ما کل مرۃ تسلم الجرۃ　　ہر بار سبوز چاہ سالم نرسد

اکل و شرب وغیرہما کی صدہا صورتوں میں اطبا لکھتے ہیں یہ مضر ہے اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت تقدیر کی مساعدت کہ ضرر نہیں ہوتا اس سے اس کا بے غائلہ ہونا سمجھا جائے گا۔ خدا پناہ دے بری گھڑی کہہ کر نہیں آتی اجنبیوں سے علما کا ایجاب حجاب آخر اسی سد فتنہ کے لئے ہے پھر چند توفیق رفیق بندوں کے چچا ماموں، خالہ، پھوپی کے بیٹوں کنبے بھر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے اور اللہ بچاتا ہے فتنہ نہیں ہوتا اس سے بدتر عام خدا ترس ہندیوں کے وہ بدلحاظی کے لباس آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلو و شکم و ساق کا کھلا رہنا تو کسی گنتی شمار ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا تو ڈوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس ململ کا جس سے سب بدن چمکے اور اس حالت کے ساتھ ان رشتہ داروں کے سامنے پھرنا بایں ہمہ رؤف رحیم حفظ فرماتا ہے فتنہ نہیں ہوتا ان اعضا کا ستر کیا بعینہ واجب تھا حاشا بلکہ وہی منع و داعی و سد باب پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے تو کیا حکم حکمت باطل ہو جائیں گے شرع مطہر جب مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اصل علت پر اصلا مدار نہیں رکھتی وہ چاہے کبھی نہ ہو نفس مظنہ پر حکم چلے گا فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے بہتر جانتا ہو مجھے مطلع کرے بہر حال اس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز و بے خلل لہذا غفر اللہ تعالیٰ لہ کے نزدیک اسی پر عمل رہا واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس منکر پر اطلاع پائے حسب قدرت انکار و ہدایت کرے ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالی اعلم و عملہ جل مجدہ اتم واحکم

**مسئلہ ٤٦** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا یا سیم وزر کے چراغ میں بغرض اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا کہ مقصود متعارف چراغ ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ قوت عمل وسرعت اثر موکلات مقصود ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

**الجواب** دونوں ممنوع ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قال العلامة الوانی المنهی عنه استعمال الذهب و الفضة اذا الاصل فی هذا الباب قوله علیه الصلوة والسلام هذان حرامان علی امتی حل لاناثهم ولما بین ان المراد عن قوله حل لاناثهم مایکون حلیالهن بقی ماعداه علی حرمة سواء استعمل بالذات اوبالواسطة اه اقره العلامة نوع وایده باطلاق الاحادیث الواردة فی هذا الباب اه ابو السعود و منه تعلم حرمة استعمال ظروف فناجین القهوة والساعات من الذهب و الفضة اه ملخصا

علامہ شامی ردالمحتار میں ان تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں وهو ظاهر۔

اسی میں ہے:

الذی کله فضة یحرمه استعماله بای وجه کان کما قد مناه بلامس بالجد ولذاحرم ایقاد العود فی مجمرة الفضة و مثله بالا ولی ظروف فنجان القهوة والساعة و قدرة التنباک التی یوضع فیها الماء وان لا یمسها بیده ولا یضمه لانه استعمال فیما صنعت له الخ

اور یہ عذر کہ چراغ اصباح یعنی روشنی لینے کے لئے ہوتا ہے اور یہاں اس نیت سے مستعمل نہیں تو جواز چاہیے۔

لما فی درالمختار ان هذ اذا استعملت ابتداء فیما صنعت له بحسب متعارف الناس والاکراهته مقبول ہے کہ اولاً عند التحقیق مطلق استعمال ممنوع ہے اگرچہ خلاف متعارف ہو لاطلاق الاحادیث والادلة کمامر کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے اور رکابی کھانا کھانے کو پھر کوئی نہ کہے گا کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا یا اس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ماذکره فی الدار من اناطة الحرمة بالاستعمال فیما صنعت له عرفا فیه نظر فانه یقتضی انه لو شرب اواغتسل بانیته الدین اوالطعام انه لا یحرم مع ان ذلک استعمال بلا شبهة داخل تحت اطلاق المتون والادلة الواردة فی ذلک الخ

**ثانیا** اصباح چراغ خانہ سے مقصود ہوتا ہے۔ یہ چراغ اس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعاً متحقق تو استعمال فیما صنع له موجود ہے اور حکم تحریم سے مفر مقصود ہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں تو کچھ

حرج نہیں علامہ عینی فرماتے ہیں:

اما التمویہ الذی لا یخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ ستھلک فلا عبر ۃ ببقائہ لونا انتھی. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب

**مسئلہ ۴۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں، اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں اگر نہ کریں تو مطعون وبدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

**الجواب** سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

**اولاً** یہ عوت خود ناجائز وبدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصعھم الطعام من النیاحۃ

ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظ یکرہ الضیافۃ من اھل المیت لانھا شرعت فی السرور الافی الشرور وھی بدعتۃ مسقبحتۃ

فتاویٰ خلاصہ فتاویٰ سراجیہ وفتاویٰ ظہیریہ تاتارخانیہ اور ظہیریہ سے خزانۃ المفتین کتاب الکراہیہ اور تاتارخانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے:

وللفظ للسراجیۃ لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلثۃ ایام فی المصیبۃ اہ زاد فی الخلاصۃ لان الضیافۃ یتخذ عندالسرور

غمی میں تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔فتاویٰ امام قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

**یکرہ اخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف فلا یلیق بھا ما یکون للسرور**

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے کہ لائق نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

**لاباس الجلوس المصیبۃ الی ثلث من غیر ارتکاب مخظور من فرش البسط والا طعمۃ من اھل المیت**

مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف کھانے۔امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں: **یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع** یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔علامہ شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں۔ **اطال ذلک فی المعراج وقال ھذہ الافعال کلھا السمعۃ والریاء فیحترز عنھا**

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔جامع الرموز آخر الکراہیۃ میں ہے: **یکرہ الجلوس لمصیبۃ ثلثۃ ایام او اقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ھذا لایام و کذا اکلھا کما فی خیر ۃ الفتاوی**

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی فتاوی القروی اور واقعات المفتین میں ہے: **یکرہ اتخاذا الضیافۃ ثلثہ ایام و اکلھا لانھا مشروعۃ اللسرور** تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔

کشف الغطا میں ہے: ''ضیافت نمودن اہل میت اہل تعزیت را و پختن طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاق روایات چہ ایشاں را بسبب اشتغال بمعصیت استعداد و تہیہ آں دشوار است۔

اسی میں ہے ''پس انچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودن آں میاں اہل تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیت ضیافت نزد سرور ست نہ نزد شرور و ھو المشھور عند الجمھور۔

**ثانیا** غالباً ورثہ میں کوئی یتیم بچہ نابالغ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

**ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نار اوسیصلون سعیرا** (النساء : ۱۰)

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہے بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود نا جائز ہے قال اللہ تعالیٰ **لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** (النساء ۲۹) خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو لان الولایۃ للنظر للضرور ۔علی الخصوص اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے اولعیاذ باللہ رب العالمین۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ و نابالغ راضی ہوں۔

خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ ہندیہ میں ہے: والـلفظ لھاتین ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکۃ

نیز فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ان اتـخـذولـی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا تیخذ من الترکۃ

**ثالثا** یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تـعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ نہ کہ اہل میت کا اہتمام طعام کرنا کہ سرے سے ناجائز ہے تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔

کشف الغطا میں ہے: "ساختین طعام در روز ثانی وثالث برائے اہل میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ ست زیرا کہ اعانت ست ایشاں را بر گناہ۔

**رابعا** اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنا پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بے چارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلہ کے لئے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن ان کے دین ودنیا کا ضرور ہے ترک کردیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الہادی۔

**تنبیہ** اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کیلئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھا سکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سنت ہے اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں اور ان کے لئے بھی فقط روز اول کا حکم ہے آگے نہیں۔

کشف الغطا میں ہے: ''مستحب ست خویشاں وہمسایہ ہائے میت را کہ اطعام کنند طعام را برائے اہل وے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز الحاح کنند تا بخورند ودر خوردن غیر اہل میت ایں طعام را مشہور آنست کہ مکروہ ست اھ ملخصاً۔

عالمگیری میں ہے: حمل الطعام الی صاحب المصیبة والاکل معهم فی الیوم الاول جائز لتوغلم بالجهاز و بعده یکره. کذافی التتار خانیه

**تنبیه** قداریناک قطافر النقول وانما الواجب اتباع المنقول وان لم یظهر وجهه للعقول کما صرح به العلماء الفحول فکیف اذا کان هوالمعقول ولا عبرة بالبحث مع نص ثبت فکیف مع النصوص وقد توافرت لا نظر فیه العلامة الفاضل ابراهیم الحلبی حیث اورد المسالة فی اواخر الغنیة عن فتح القدیر وعن البزازیة ثم قال ولا یخلو عن نظر لانه لادلیل علی الکراهة الا حدیث جریر بن عبدالله المتقدم وانما یدل علی کراهة ذلک عندالموت فقط علی انه قدعا رضه مارواه الامام احمد بسند صحیح و ابوداؤد (ای والبیهقی فی دلائل النبوة کلهم) عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی جنازة تذکر الحدیث قال فلما رجع استقبله داعی امراته فجاء وجئی بالطعام فوضع یده و ضع لقوم فاکلوا رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یلوک لقمة فی فیه الحدیث. قال فهذا یدل علی اباحة صنع اهل المیت الطعام والدعوة الیه اه مختصرا وقد تکفل بالجواب عنه العلامة الشامی فی ردالمحتار فقال فیه نظر فانه واقعة حال لاعموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف مافی حدیث جریر علی انه بحث فی لمنقول فی مذهبنا و مذهب غیرنا کالشافعیة والحنابلة استدلال بحدیث المذکور علی الکراهة الخ۔

اقول ولم یتعرض لاعتراضه الاول لکونه اظهر سقوطا فاولا نحن مقلدون لا منتقدون فمابالنا بالدلیل وعدم و جداننا لا یدل علی العدم و ثانیا ماذکروا جمیعا من انه انما شرع فی السرور لا فی الشرور کاف فی الدلیل و ثالثا لا ادری من این اخذ رحمه الله تعالی تخصیص افادة الکراهة فی الحدیث بساعة الموت الیس منعهم الطعام فی الیوم الثانی و الثالث و مثل صنعا من اهل المیت لاجل المجتمعین فی الماتم ام انما تحرم النیاحة عندالموت فقط لا بعده فان ارادا ان المعروف فی عهدهم کان هوا اجتماع والصنع عنده لا بعده طولب بثبوته و علی تسلیمه حققنا المناط کما افادوا فتذهب خصوصیة الوقت ملغاة هذا ورایتنی کتبت علی هامشرد المحتار علی قوله واقعة حال مانصه لان وقائع العین مظان الاحتمالات مثلا یمکن ههنا ان الدعوت کانت موعودة بهذا لیوم من قبل واتفق فیه الموت فانقلت هل من دلیل علیه قلت من دلیل علی نفیه وانما الدلیل علیکم لاعلینا فهذا هو النظر الرابع فی کلامه علا ان ضیافة الموت ضیافة تتخذ لاجل الموت و ضیافة

الصحابة رضی اللہ تعالی عنہم للنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لم تکن موقوفه علی موت احد ولا حیاته فلو ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما وقع عنهم مرارا فلم یکن فیه احداث شئی من اجل الموت بحیث لولم یقع الموت لم یکن بخلاف ماتحن فیه فانه انما یکون لاجله بحیث لولم. یکن لم یکن فهذا الخامس علاان الخاطر والمبیح اذا نقول بالمارضة بل یقدم الخاطر هذا السادس هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی و بالجمعلة فلیس لنا البحث فی المنقول فی المذهب وهو النظر السابع المذکورا اخرفی کلام الشامی واللّٰه تعالی الموافق اه

ماکتبت علیه مزید اواما المولی الفاضل علی القاری علیه الرحمة الباری فحاول تاویل نصوص المذهب ظنامنه انها تخالف الحدیث فقال فی المرقاة شرح المشکوة باب المعجزات قبیل الکرامات تحت قول الحدیث فاکلوا هذا الحدیث بظاهره یرد علی ماقرره اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول او لثالث اوبعد الاسبوع کمافی البزازیه ثم اورد نصوص الخلاصه والزیلعی والفتح قال والکل عللوه بانه شرع فی السرور لا فی الشرور و ذکر قول المحقق حیث اطلق انها بدعة مستقبحة واستدلال له بحدیث جریر رضی اللہ تعالی عنه قال ان یقید کلامهم بنوع خاص من اجتماع یوجب استحیاء اهل بیت المیت فیطعمونهم کرها اویحمل علی کون بعض الورثه صغیرا او غائبا اولم یعرف رضاه اولم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسه لان من مال المیت قبل قسمة و نحو ذلک و علیه یحمل قول قاضی خان یکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تاسف فلا یلیق بها ما یکون للسرور اه اقولاولا قدنبا ناک ان الحدیث لا ورودله علیهم بوجوه۔

وثانیا لا مساغ للتقید فی کلماتهم بعد مانقل هو عنهم انهم جمعا عللوه بانه انما شرع فی السرور لافی الشرور وان الامام فقیه النفس قال انها ایام تاسف فلا یلیق بها عوائد التسرور فان الالجاء الی الطعام کرها اوالتصرف فی مال بغیر اذن مالکه واحدما لکه لا سیما الصغیر مما لاتجویز قط فی السرور ولا فی الشرور فی هذا یرتفع الفرق وهم مصرحون به عن اخرهم فیکون تحویلا لاتاویلا

وثالثا ماذکر ثانیا من التقیید بمال صغیرا و غائب الخ العد وا بعد وکیف یحل علیه کلام الخانیة من انه قال متصلا بما مروان اتخذ طعاما للفقراء کان اذا کانوا بالغیر فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکة اه مثله کلام البزازیة والتتار خانیه و الهندیة وغیرها فانه ظاهر فی انهم یضرقون بین الضیافة واتخاذ طعام للفقراء فیحکمون علی الاول بالکراهة و علی الثانی بالحسن و یقید ونه بما اذا کانوا بالغین و قد صراحوا بمفهوم القید بمنعه من الترکه اذا کانوا قاصرین فلو کانت الکراهة فی الاول ایضا مقصورة علی ذلک لا رتفع الفرق۔

ورابعا لوارد واهذا لكان من امستعبدتظافرهم على التعبير لا بالكراهة فان الاتخاذو الحال هذا من اشنع المحرمات القطعية كما لا يخفى

وخامسالئن سلمنا ما افاده في التاويل اول لكان الحكم في مسالتنا هذا هوا لمنع مطلقا فانهن يجتمعن عند اهل الميت ويكن في بيته يومين اواكثر والانسان يستحيي ان يقيم احد ابيته جائعافيضطر الى اطعامه رضي او سخط وقد علم كما ذكر في السئوال انهم الم يفعلوا يصيروا عرضة لمطاعن الناس فليس الاطعام المعهودا لا على الوجه المردود و هذا ما قال في معراج الدراية انها كلها للسمعة والرياء كما قدمنا فهذا التخصيص يودى الى التعميم و لوراء ى الفضلان الحلبي والقارى ما عليه بلاد نا لا طلقا القول جازمين بالتحريم لا شكان في ترحيصه فتح باب لشيطان رجيم وايقاع المسلمين لاسيما اخفاء ذات في حرج عظيم وضيق اليم فنسال اللّٰه الثبات على الصراط المستقيم والحمد للّٰه رب العالمين و صلى اللّٰه تعالى على سيدنا محمد واله اجمعين۔

**مسئلہ ۴۸** معروض۔ بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں امید کہ جواب سے جلد معزز ہوں۔

(۱) ایک سنی شخص کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ معتزلہ دار جنت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہوگی شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہ سا یاد پڑتا ہے یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا اس پر اب آزاد کا اور اضافہ کیا جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی اس کی بابت ایک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا کچھ اللہ میاں کے یہاں تو ان کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے اس پر ان صاحب نے کہا میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کر کے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑتے ہیں وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا نام یہ رکھے گا نام کر کے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے غرض ان کا یہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو نہ خود رکھا ہوا۔ ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں بعض وہ احکام شرعیہ جو عام ہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس پر ان صاحب نے کہا جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزوجل تو رضا جوئے محمدی ہے ہی انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے مرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکم الٰہی اور رضا جوئے الٰہی ہوئے ان کی اس وقت کی طرز تقریر اور حالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضا جوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا

ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں غرض ان کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اور اس کا کل مقولہ جو اس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہا کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہا اچھا ہوا چوری ہوئی پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام سے وہی مراد ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا کہ چوری ہوئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دفع ہوگیا۔ دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا بعد کو اس نے اس سے صراحتاً انکار اور اس کا قبیح تسلیم کرلیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف کلمہ کا اقرار کیا۔ آیا توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔ ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہوکر کہا کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لے کر) سے کیا عشق ہے شوہر نے کہا خدا جانے اس پر اس عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلے حوالے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں۔ یہ جملہ کیسا ہے اس کا کیا حکم ہے نقل اسولہ میرے پاس موجود ہے جواب سے جلد معزز ہوں۔

میرے لئے دعائے عافیت دارین ضرور فرمائیں اس زمانہ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہل سنت کے ایمان کی خیر رکھے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ سلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

**الجواب** مولیٰ عزوجل فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی۔ روافض معتزلہ کہ رؤیت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہراً قائل کی یہی مراد تھی کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ اور خارج از اہل سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ لوح محفوظ میں ہر صغیر وکبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا۔ اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے روز قیامت پکارے جائیں گے اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ علم ہوکر نہ لکھا گیا ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے ظاہراً یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ ان کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو یہ سلب کتابت نہیں بلکہ کتابت علمیت ہے اور یہ صحیح ہے جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے یہ ممنوع ومعیوب ہے زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا

اطلاق محمود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) قائل کا کہنا کہ جبھی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلا شبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلا شبہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلا شبہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

**ولسوف یعطیک ربک فترضی** (الاضحی ۵) **قدنری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام** (البقرہ)

حکم الٰہی بیت القدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس استقبال کعبہ چاہتا تھا مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرمادیا اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں **اری ربک یسارع فی ھولک** ۔میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ (رواہ البخاری)

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائل دیکھ کر بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے کہ الخ یہ بتارہا ہے کہ شاید ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر رکھی حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے گا: **کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاک یا محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رضا چاہتا ہوں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم      خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا۔ توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے اور یہی مقصود ہوتا ہے پھر کبھی یہ براہ حسد ہوتا ہے اور حسد حرام ہے اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے کبھی براہ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا مذموم ہے یہ بھی قبیح و مذموم ہے اگر عداوت محمودہ ہے جیسے کہ اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں بھی حرج نہیں۔

**ربنا اشدد علی قلوبھم واطمس علی اموالھم**

جب دعا سے ان کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا کیا بیجا ہے کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور وہ اگر یہ نیت صحیحہ ہو غیر محظور کہ یہ اس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس ندامت اور اس سے بدتری درکار ہے۔

السر بالسر و العلانیة بالعلانیة۔ واللّٰہ تعالی اعلم

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے نہ زنہار اس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے بلکہ شوہر نے کہا تھا۔ خدا جانے یعنی کوئی سبب خفی ہے جو مجھے نہیں معلوم یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں یعنی کچھ بھی سبب خفی نہیں محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا۔ اور علم الٰہی سے کسی شے کی نفی اس کے وقوع کی نفی ہے کہ واقع ہونا ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔

فکان من باب قوله تعالی وجعلو اللّٰہ شرکاء قل سموهم ام تنبئونه بمالا یعلم فی الارض

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر میں داخل کرنے کو بس ہے تو یہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

**مسئلہ ۴۹** امی سنت قامع بدعت ماحی فتن لازالت شمس افادتہم طالعۃ۔ پس از ہر از مراسم سلام وتحیتہ مدعا نگار کہ اس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جائے کہ بکر کا استاد خالد اب بدمذہب ہوگیا تو آیا بکر کو اس کی تعظیم بحیثیت استادی کرنا چاہئے یا نہیں اگرچہ بکر بحیثیت بدعقیدگی اس اپنے استاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے بلکہ برا سمجھتا ہے صرف ظاہری مدارات اور تعظیم کرتا ہے تو کچھ خرابی ہے یا نہیں۔ مدلل ارشاد ہو بکر کہتا ہے کہ مرا دل بہ سبب بدمذہبی استاد کی ظاہری تعظیم کو بھی نہیں گوارا کرتا تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے کہتا ہے کہ نہیں ظاہری تعظیم کرلیا کرو۔ بحیثیت استادی ہاں اس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو۔ یہ قول زید کا کیسا ہے۔ زیادہ ادب فقط

سید اولاد رسول محمد میاں عفی عنہ قادری برکاتی مارہری

۲۴/رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۲۹ھ از بدایوں مدرسہ قادریہ

**الجواب**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحبزادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بعد آداب گزارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا بعد اس کے روندۂ مخذولہ میں بریلی بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے تعظیم بدمذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کردی گئی یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہوا اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کا باقی نہ رہ گئی ہے جس کو شک ہے وہ ان رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے وہ بھی عام بدمذہبوں کے لئے تھا نہ کہ خاص مرتدین ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ درمختار میں ہے۔ تبجیل الکافر کفر. واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵۰** کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) جملہ انبیا کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم قبل بعثت بہر حال عمداً وسہواً کفر وضلالت سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرت ذنوب ومحتصرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر وکبائر سے عمداً باجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر وکبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۵) قبل بعثت تمام صغائر وکبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۶) امور تبلیغہ میں کیا اجماعی ہے اور کیا اخلاقی۔ **بینوا توجروا**

**الجواب**

(۱) بے شک۔

(۲) ہاں نہ صرف ذنوب بلکہ ہر اس امر سے جو باعث نفرت خلق وننگ عار و بدنامی ہو اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو جیسے جنون وجذام و برص ودناءت نسب وزنائے امہات وازواج۔

(۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہل سنت معصوم ہیں اور مذہب صحیح وحق ومعتمد میں صغائر سے بھی۔ اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے کہ قابل اعتداد نہیں بلکہ انصافاً سیرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے خلاف پر اجماع صحابہ بتا رہی ہے مجوز نے اس نکتہ سے غفلت کی لہٰذا اس کا قول نادانستہ مصادم اجماع واقع ہوا **کما یظھر بمطالعۃ الشفاء الشریف وباللّٰہ التوفیق**

(۴) حق یہ ہے کہ بعد بعثت صدور کبیرا سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرہ غیر منفرہ میں اکثر اہل ظاہر جانب تجویز ہیں اور جماعت اہل قلب جانب منع واختارہ الامام ابن حجر المکی وغیرہ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے ورنہ بحال سہو معنی وحقیقتاً نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر وضلال ومنفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں باقی میں اختلاف ہے اور اس قدر میں شک نہیں کہ وہ ہر عیب وریب سے ہمیشہ منزہ ہیں یہ عصمت مصطلحہ اس وقت ثابت ہو یا نہ ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً اس میں تعمد مخالفت سے بالارادہ معصوم ہیں اور اقوال تبلیغہ میں سہو وخطا سے بھی۔ افعال تبلیغہ میں اختلاف ہے ظاہر اولہ جواز ہے مگر اس پر تقریر ممکن نہیں۔

بلکہ انتباہ واجب ہے۔ اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مطلقاً سہو نا جائز مانتے ہیں اس قول کی تفصیل وتاویل فقیر کے الفیوض الملکیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۵۱** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقہ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا اور پھر اس کی مفصل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الا اللہ ادا کرنا اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرنے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں۔

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو تو اس میں حرف تلفظ نفی ومنفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذور شرعی ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

**الجواب** حالت ضرورت مستثنیٰ ہے اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رکنا پڑا تو حرج نہیں معادل میں الا اللہ کہے پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے تعلیم طریقہ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں مثلاً چار ضربی یوں بتائے کہ پیشانی محاذات زانوے چپ میں لا کر لا کا لام شروع کرے اور اس کے الف کو زانوے راست تک کھینچ کر لے جائے اور الہ منہ پھیر کر کہے الا اللہ کی ضرب قلب پر کرے اور اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی بچوں کو تعلیم کرنی ہو تو اس میں بھی یونہی سکھائے کہ پہلے لا کہے جب وہ اسے کہہ لیں الہ کہے پھر "الا اللہ" کہلوائے اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو تو وہ پورا کہہ کر بھی بیان ہوسکتا ہے مثلاً لا الہ الا اللہ میں لا نفی جنس کا ہے الہ اسم ہے خبر مقدر ہے لا الہ اللہ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ الا اللہ میں الہ پر نہ رکو یا لا الہ الا اللہ میں الہ کی ہ کو اشباع نہ کرو غرض مجبوری وضرورت کوئی صورت ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے اور اگر ایسا معلوم ہو بھی مثلاً بچے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہہ کر اتنا انتظار کرنا ہوگا کہ وہ ان کو ادا کرلے پھر الا اللہ کہا جائے (بشرطیکہ حاجت اس کی طرف داعی ہو ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہئے) تو یوں کرے کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہہ کر معاً اس سے کم آواز سے الا اللہ کہہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۵۲** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا اس پر پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضروری ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا تو اس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہو تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر ذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہئے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیریں پر باقی ہو مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اتر گیا تطہیر ہوگئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا تو طہارت نہ ہوگی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای زوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ اوبما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم و محل غیر مرئیہ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی و قدر بغسل و عصر ثلث فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر و بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما ینعصر

ردالمحتار میں ہے:

تثلیث جفاف ای جفاف کل غسلة من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن و نحوہ اما فیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحیلة الاظھران کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیرة ما یوافقہ اھ واقرہ فی البحر

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جب کہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پرنجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دوبارہ دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لئے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالنا تھا دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہوگئی وہکذا الٰہذا اسے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی نہ بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور ہو ہاتھ جدا دوبارہ دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثة متفاوة فی النجاسة فالا لاولی یطھر مااصابتہ بالغسل ثلثا والثانیة بالثنتین والثالثة بواحدة و کذا الاوانی الثلثة التی غسل فیھا واحدة بعد واحدة و قیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقة والثانی بواحدة والاول بثنتین اھ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۵۳** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہوا اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نمازعید پڑھ لیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقی ماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب انہیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہوچکی اور قہستانی میں ہے۔ اوصلی الامام صلاتہ مع بعض القوم لایقضی من فاتت تلک الصلاة عنہ لافی الیوم الاول ولا من الغدا انتھی۔ بینوا توجروا

**الجواب** اللھم ھدایة الحق والصواب۔ صورت مستفرہ میں جماعت باقی ماندہ بے شک دوسرے دن ادا کریں کہ نماز عیدالفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدرالمختار:

توخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط اھ

اور صلاۃ العید میں جواز تعداد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدالمختار:

تودی بمصر واحد بمواضع کثیر ۃ اتفاقا اھ

توادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل: حیث قال من فاتته صلاۃ العید مع الامام لم یقضها لان الصلوۃ بهذا الصفة لم تعرف قربة الابشرائط الاتتم بالمنفرد۔ اھ

اس عبارت تنویر البصار مورث تنویر الابصار امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے ابتداً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نہ پائے۔ حیث یقول ولا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام اھ

یوہیں امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی کا اپنے متن وشرح وافی وکافی میں ارشاد ازالہ اوہام وایقاظ افہام کے لئے کافی ووافی۔ قال رحمۃ اللہ تعالٰی:

لم تقض ان فاتت مع الامام العید وفاتت من شخص فانهالا تقضی لانها ماعرفت قربته الابفعله علیه الصلاۃ والسلام وما فعلها الا بالجماعة فلا تودی الابتلک الصفة. اھ. ملخصلا

علامہ بدرالدین محمود عینی رمزالحقائق میں فرماتے ہیں: صلاها الامام مع الجماعة ولم یصلها هو لا یقضیه الافی الوقت ولا بعده لانها شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد. اھ

مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الام لکھتے ہیں: معناه لولم یصل رجل مع الامام لایقضیها منفرد الان صلاۃ العید لم تشرع علی سبیل الانفراد۔ اھ

یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کرچکا ہو اور ان باقی ماندہ میں کوئی مامور نہیں تو اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں اسی طرف ناظر: اذ قال من فاتته الصلاۃ فلم یدرکها مع الامام لا یقضیها لانها لم تعرف قربته الا بشرائط لا تتم بدون الامام ای السلطان اوما موره اھ

اسی لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: ای وقد صلها الامام اوما موره فان کان ماموراً باقمتها له ان یقیمها اھ. قلت وقد یشیر الیه تعریف الامام فی عبار ۃ النقایة المذکورة وغیرها کمالا یخفی علی العارف باسالیب الکلام

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہوچکی باقی ماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا اقول بلکہ اگر نظر

سلیم ہوتو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ یعنی جواز پر دال کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کر چکے تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منع کرتے ہیں: حیث قال لافی الیوم ولا من الغد

اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تقدم وتاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہو جاتا ہے یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہوگئی باقی سب کی ناجائز کمافی درالمختار: علی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ اھ

توبالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے اور قاطع شعب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی۔

لوامکنہ الذھاب الی امام اخر فعل لانہا تودی بمصر واحد الخ

حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

لوقدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکہا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددھا۔ اھ

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو دوسرے کے پیچھے پڑھے اور حالت عذر میں روز اول ودوم یکساں آج نہ پڑھ سکا تو کل کون مانع۔ واللہ تعالٰی اعلم

**مسئلہ ۵۴** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہۃ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں۔ بینوا توجروا۔

**الجواب** نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھی ہو تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہۃ جائز ہو یا عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحٰی سے اشتباہ گزرا کہ و

للجواز حتی اخروها الی الغد من غیر عذر لا یجوزا ہ وفی رمز الحقائق للعلامۃ العینی مثلہ وفی شرح النقایہ للشمس القہستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ اہ وفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبی صلاۃ عیدالاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونہ اما صلاۃ الفطر فلا تجوزا لا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اہ وفی الفتاوی الخانیۃ ان فاتت صلاۃ الفطر فی الیوم الاول بعذر تصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر بعذر فلا تصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذراو بغیر عذر لا تصلی بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر تصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذرا و بغیر عذرلا تصلی بعد ذلک۔ اہ

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللھم الا مارایت فی جواھر الاخلاطی من قولہ اذا فاتت صلو ۃ عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اہ فیظن ان یکون خطاء من الناسخ و تحمل ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رایت لہ غیر ما مسئلہ خالف فیھا الکتب المعتمد ۃ والاسفار المعتبر ۃ. واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵۵** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جائداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اللہ کے لئے وقف ہے ہمیشہ اس کا تمام بندوبست وانتظام بدست متولیان والا مقام رہا اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی کہ موصی لہ بربنائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا اور بعض نے اپنی حیات وحالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کردی کہ وہ ان کی صحت میں بجائے ان کی متولی ہوگیا غرض ہمیشہ اختیار ان امور کا بدست متولیان رہا اور عہد قدیم سے اب تک یونہیں اختیارات عامہ انہیں حاصل رہے کہ کسی نے ان کے افعال سے تعرض یا ان کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی اب اگر متولی حال اپنی حیات حالت صحت میں اپنی تولیت کلا یابعضا کسی امین رشید کو منتقل کرے تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اس کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

**الجواب** جب کہ صورت مسئلہ وہ ہے کہ سوال مذکور ہوئی تو بلا ریب متولی حال کو اپنی حیات وتندرستی میں نقل تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وہ متولی کرے بے شک مثل اس کے متولی ہوجائے گا تنویر الابصار:

اراد المتولی اقامۃ غیرہ امقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح والا لا وفی الھندیۃ عن المحیط اذا اراد المتولی ان یقیم غیرہ مقام نفسہ فی حیاتہ و صحتہ لا یجوزا لا اذا کان التفویض الیہ علی سبیل التعمیم انتھی قلت وتقریر السوال صریح فی عموم الخیار النا شئی عن تعمیم التویض وفی المقام عند تدقیق النظر تنکشف غوامض لا تکاد تخفی علی الفقیہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

صورت مسئولہ بلکہ تمام صور اوقات میں از روئے قواعد فقہیہ کے اولاً لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں اور نیز مصالح قضاۃ وا حکام اسلام کا ضرور تھا اور درصورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویض تولیت کی رائے متصرفین اوقات پر بصورت تعمیم ثابت ہو پس بے شک وہ جائز ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے۔ حررہ الفقیر عبدالقادر عفی عنہ۔ (حاشیہ معلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتویٰ بدایوں

**سوال** درصورت کہ جائدادی وقف برائے خانقاہ وزیارت ومسجد ودرگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگان دین از قدیم جاری است وعمل معمول متولیان سابق برہمین است کہ از اولاد آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند بناء علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ درحالت حیات خود برائے تولیت وقف مقبوضہ خود پسر و پسر دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل۔

**الجواب** درصوت مسئولہ موافق معمول سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسر پسر متوفی سابق صحیح است کہ مسئلہ ینظر فی الوقف الی العھود السابق بین المسلمین۔ درکتب فقہ ردالمحتار وغیرہ مصرح است و وصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است وبرائے غیر وارث وزیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است وانہم از رضا مندی ورثہ صحیح میگردد کہ حق جملہ وارثان متوفی است وپس کما ھو مصرح فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ الفقیر الحقیر عبدالقادر عفی عنہ۔

ماذکرہ جناب المجیب فلا شک اذ فیہ مصیب واللہ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

(فتویٰ فرنگی محل) ہر چند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از آنکہ میت محروم الارث است مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہرگاہ متولی تولیت پسر دو شخص کردہ و پسر پسر راہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود موافق وصیت نامہ مرقومہ متوفی تعمیل کردہ خواہد شد الشئی المفوض لاثنین لا یملکہ احدھما کالوا کیلین و الوصیین والناظرین کذا فی الاشباہ. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

**مسئلہ ۵۶** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالٰی اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے کہ اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائداد وقفیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی کہ بعد میرے متوفی تمام جائداد ومصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک مساوی رہیں اور احمد بن نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد وحامد دونوں نے اس وصیت کو قبول ومعتبر رکھا لیکن بعد چند روز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا ازانجا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں لہٰذا بنظر حفظ حقوق ورعایت مصالح احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ کہ اپنی حیات میں تولیت اپنی کلایا بعضا بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے اور استخراج حقوق شرعیہ کرسکے آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرط اتفاق کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع اور اس فعل میں غرض موصی وحکم وصیت سے عدول ہے یا نہیں۔

**بینوا توجروا**

**الجواب** متولی اوقاف کا اپنی حیات وعالم صحت میں نقل تولیت کرنا اور دوسرے کو بجائے اپنے نہ بطریق توکیل بلکہ علی وجہ الاستقلال قائم کردینا صرف اس صورت میں روا کہ اس کے لئے تفویض عام واختیار تام ثابت ہو ورنہ نہیں۔

تنویرالابصار میں ہے: اراد المتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ ان کان التفویض لہ عاما صح والا لا

پس اگر احمد بن محمد کے لئے تفویض عام حاصل ہے تو بے شک اسے نقل تولیت پہنچتا ہے اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کردے گا تمام تصرفات قوامت میں مثل اس کے نفس کے ہوجائے گا اور اس پر بھی یہی واجب ہوگا کہ باتفاق حامد تصرفات کرے کہ جب وقف واحد پر دو متولی ہوں ان میں کسی کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہوتا اور بیع واجارہ وامثال ذلک جو تصرف ایک تنہا کرے گا دوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے اگر اجازت نہ دے گا باطل ہوجائیں گے اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں دو ہوں تو دو تین ہوں تو تین جس قدر ہوں ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعا ممنوع اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ والمسئلۃ مصرح بہا فی عامۃ المتون والشروح والفتاوی. والفاضل خیرالدین الرملی اکثر ایراد لہا فی فتاواہ. وقال العلامۃ زین بن نجم المصری فی وکالۃ الاشباہ الشیئ مفوض الی اثنین لایملکہ احدھما کالوکیلین والوصیین والناظرین الخ

پس بزرگ موصوف نے کہ احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا یہ شرط جہت شرع سے خود لازم تھا اس شرط نے کسی امر زائد کا ایجاب نہ کیا اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے کہ باتفاق احمد کام کرے اور ان میں کوئی مستقل بتولیت ومنفرد بتصرف نہ رہے کماذکرنا لیکن اس لزوم شرطی ووجوب شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل ہوا تھا زائل نہیں ہوسکتا۔ فان الشیئ لایتضمن الطال مالا ینافیہ۔ ہم کہتے ہیں حامد کو تولیت ثابت احمد کو نا روا رکھنا اور اس کے

ساتھ اتفاق کو کہ شرطانہ سہی شرعا فرض تھا پسند نہ کرنا اور اسے تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کسی کی جانب سے تعدی ہے لاجرم کہے گا احمد بلاجرم ہے اب ہم پوچھتے ہیں پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں۔

ولقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یجنی جان الا علی نفسہ. وقال ربنا تبارک و تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخری اب ہم دریافت کرتے ہیں تولیت مسلم اگر تفویض عام کہ احمد کے لئے ثابت تھی اس نااتفاقی حامد سے زائل ہوگئی لاجرم کہے گا نہیں اور ہاں کہئے تو دلیل کہاں ومن ادعی شیئا فعلیہ البرہان پس جب کہ احمد بدستور متولی صحیح و ماذون عام ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تصرف سے مجبور اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی علما متن و شرح فتاوی میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا اگر یہ کہئے کہ متولی منقول الیہ حامد سے اتفاق نہ کرے گا اور شرط تولیت اتفاق ہے تو نقل صحیح نہ ہوگی قلنا اب بھی تو حامد و احمد متفق نہیں جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے تو سو شخص کے اور بھی کچھ بدلا اس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی ظاہر انشاء اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جوان دونوں کے نام وصیت تولیت کی اس نے انہیں دو کو پسند فرمایا اور اس کا مقصود یہی تھا کہ ازمہ تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں تیسرا داخلت نہ کرے جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے تو یہ غرض موصی کے خلاف اور حکم وصیت سے سرتابی ہے قلنا موصی تمیع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصیین سے بالضرورت اہم اقدم ہوگی اور اس نے دو کے لئے وصیت نہ کی مگر اس لئے کہ اشتراک آراء کو وقف کے لئے اصلح وانفع سمجھا اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہو۔

اوفی العقود الدریۃ مقصودہ اجتماع رای شخصین فی تعاطی امور الوقف ولیس رای الواحد کرای الاثنین

اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا غرض موصی و مقصود وصیت کے خلاف اس کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ احمد کی جانب بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں ساعی ہے کہ خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا لہٰذا ایسے شخص کو متولی کرتا ہے کہ اس غرض اہم کو متروک وزائل اور حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے اور استخراج حقوق شرعیہ کر سکے یہ معنی عین تمشیت مقصود اعلیٰ و مرام اس نے ہے نہ اس کے نافی و منافی کما لایخفی بالجملہ برتقدیر ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات احمد کا ازالہ نہیں کرسکتا اور صرف اس وجہ بے اصل سے عدم جواز نقل پر نقل و عقل سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق واللہ عالم بجمیع الحقائق صلی اللہ علی النبی الصدق الصادق سیدنا محمد افضل الخلائق وعلی آلہ وصحبہ الذین ہم جنۃ السلام وحبۃ البوائق۔

**مسئلہ ۵۷** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا ہے اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا تو نے نماز کو کوئی کھیل سمجھ رکھا ہے اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع بدمذہب فاسق یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو کوئی رشتہ مثل باپ دادا نانا، بیٹا بھائی وغیرہ خود لینا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانے یہ کیسا ہے یا ایسے لوگوں کو ابتداً اسلام کہنا یا ان سے خندہ پیشانی سے پیش آنا ہنسا بولنا ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کے لئے رکھتے ہیں اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے یا تحریراً تقریراً انہیں عنایت فرمایا کرم فرمایا مشفق مہربان یا جناب صاحب لکھنا یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی باثر لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں جائز ہیں یا ناجائز تو کس درجہ کے اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دنیاوی جائز غرض کے حصول کے لئے کریں تو کیا حکم ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں اگرچہ فاعل کی نیت اس تعظیم یا خوش کرنے کی ہو یا نہ ہو کہاں تک اس حد تک نہیں پہنچا کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پورا نہیں پڑھتے بلکہ عبدالحاجتہ جب پڑھتے ہیں صرف لاحول ولاقوۃ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں یہ اگرچہ سخت قبیح وشنیع ہے مگر اس میں کفر کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جزاول مدخول نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے۔

(۴) نصاریٰ وغیرہ کی کچہریوں اور ان احکام، آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت حرام ہے اور فقہا نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفران پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا انہیں کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اجرت پر کتابت کرتے اور کتابت میں امر خلاف دین ہو اور اجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اس کو شائع کریں یا کوئی شخص بے اجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صور میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

## جواب

(۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) ان لوگوں کو بے ضرورت ومجبوری ابتداء سلام حرام اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالفت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہیں صریح موجود اور حدیث میں ان سے خندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں یونہی کلمات مدح حدیث میں ہے۔ اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن

دوسری حدیث میں ہے: لاتقولو اللمنافق یا سید فانه ان یک سید کم فقد اسخطتم ربکم عزوجل

باقی دنیوی مراسم جن میں تعظیم واختلاط نہ ہو ان میں فاسق کا حکم آسان ہے مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی اور مرتد ومتبدع سے بالکل ممانعت اور ضرورات شرعیہ ہر جگہ مستثنٰی: فان الضرورات تبیح المخطورات

رشتہ بتانے میں مطلقا حرج نہیں جیسے عمربن الخطاب علی بن ابی طالب. مع ان الخطاب واباطالب لم یسلمها ان کے ساتھ برتاؤ قولاً وفعلاً ممنوع ہے بے ضرورت اس کا مرتکب عاصی ہے ان کا مثل نہیں جب تک ان کے کفر و بدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے۔

(۳) عندالحاجت صرف لاحول ولاقوۃ پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ اپنے حول وقوۃ کی نفی کے لئے ہے علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہٰذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمہ کفر ہے مگر محض برائے خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام ونکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاداً عدل جانیں تو قطعی وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر۔

(۵) القلم احد اللسانین جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں وہی قلم پر اور ایسی اجرت حرام اس کی اشاعت حرام اور ایسی مروت فی النار ہاں جب اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۵۸** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داستان امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا

**الجواب** سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں فیضی بے فیض نے جب داستان امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھا اس میں جہاں صدہا کارِ ناشائستہ واطوار ناباستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیروان پر فریفتہ ہو کر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا عم مکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسد اللہ واسد رسولہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کہئے یونہی ہزار ہا شہد پن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار زور وطرار کے لقب دے کر مخیلہ داستان جاہل بے چارے تبرائی بنائے یہ اس مرد کی

ناپاک بیبا کی اور خدا و رسول پر سخت جراءت تھی مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تصدیق بدایوں: للہ در المجیب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب والعلم للہ حررہ المفتقر الی اللہ المدعو لعبد المقتدر عفی عنہ۔

**مسئلہ ۵۹** مولانا المعظم والمکرّم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ۔ پس از آداب وتسلیمات معروض۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے۔ اسی کے معنی اردو میں کیا ہیں اور شہادت شرعیہ کسے کہتے ہیں؟ **بینوا توجروا**۔

**الجواب** کسی بات کی خبر ان لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں جس کا ہونا شریعت مطہرہ نے اس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے اخبار محض ہے مثلاً یہ کہنا فلاں جگہ چاند ہوا یا آج چاند لوگوں نے دیکھا اخبار محض ہے کہ رمضان مبارک میں بھی معتبر نہیں اور عیدین میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ میں نے چاند دیکھا اخبار محض ہے ہر امر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحت شہادت کے لئے رکھی ہیں جو شہادت ان کی جامعہ ہو شرعیہ ہے مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مردوں کی شہادت شہادت شرعیہ نہیں ہلال عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں، رمضان مبارک میں دس بیس ہنود وہابیہ روافض نیچریہ قادیانیہ وامثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادت شرعیہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ ۶۰** شہادت کی دو صورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے تو کیا خاص یہی لفظ ہو یا اس کا صرف اردو فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہوسکتا ہے جیسے میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ **بینوا توجروا**

**الجواب** ترجمہ بھی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۶۱** روزہ دار سے مجبوراً کراہ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا یا کرایا تو روزہ صرف قضا کرے یا مع کفارہ یا کیا؟

**بینوا وتوجروا**

**الجواب** صرف قضا ہے۔ اقول اور یہاں اکراہ شرعی کے صرف وہ معنی نہیں کہ قادر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید وتخویف ہو جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے بلکہ مجرد بے اختیاری بھی مسقط کفارہ ہے اسکی صورت عورت میں ظاہر کہ وہ کمزور ہے پکڑ کر زبردستی علاج کر دیا مرد میں اس کی شکل یہ ہے کہ مریض ہے جنبش کی طاقت نہیں قرب زن سے اس کے آلہ کو انتشار ہوا کہ وہ امر طبعی ہے اس کے دفع پر ہر انسان قادر نہیں عورت کو منع کرتا رہا وہ نہ مانی یہ دفع پر قادر نہ تھا اس نے زبردستی داخل کر لیا۔ اس صورت میں بھی مرد پر صرف قضا ہے۔

يدل عليه قول الفتح مستدلا على وجوب الكفارة ذلك امارة الاختيار فعلم ان لا كفارة لولا اختيار. والله تعالىٰ اعلم

**مسئلہ ۶۲** کانوں میں پانی چلا جانا یا خود اس کا ڈال لینا ناقض صوم نہیں ہے کیا یہی حکم ہے اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے یا اب کچھ اور۔ بینوا توجروا

**الجواب** پانی اگر خود چلا جائے اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائے گا اور اگر یہ ڈالے اور کان کے اندر جوف تک پہنچائے تو اختلاف تصحیح ہے اور فقیر کے نزدیک راجح افطار۔

ردالمحتار میں ہدایہ وتبیین ومحیط وداولجیہ سے عدم الفطر اور خانیہ وبزازیہ وفتح وبرہان سے فطر کی ترجیح نقل کی اس پر حاشیہ فقیر میں ہے:

**اقول** معلوم ان تصحیح قاضی خان مقدم لانه فقیه النفس علی ما فی دلیل الفطر من القوۃ الاتری ان من غیب حشفة فی دبرہ اوھی فرجھا افطر مع عدم صلاح البدن فی ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**کتبه**

**عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه**

**بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیه وسلم**